یارِ مردانِ خدا باش کہ در کشتیِ نوحؑ
ہست خاکے کہ بآبے نخرد طوفان را

تذکرہ

جناب بابا نانک علیہ الرحمۃ

یعنی

سکھوں کے پیشوائے اعظم کے مفصل حالات جس میں ہندوؤں مسلمانوں سکھوں اور دیگر
اقوام کے لیے بہت سے اخلاقی اور قومی سبق آموز نتیجہ خیز واقعات درج ہیں

مصنفہ

جناب مولوی صوفی غلام قاسم صاحب قادری نقشبندی رسول نگری

سنہ ۱۳۴۲ھ

باہتمام و انصرام خاکسار شیخ عبدالکریم پرنٹر روز بازار پریس ہال بازار امرتسر

مطبع روز بازار امرتسر میں طبع ہو کر شائع ہوا

معنون

ملک اور قوم اور پنتھ کی بیش بہا خدمات اور اعلےٰ

علمی قابلیّت کے لحاظ سے میں اِس ناچیز کتاب کو

عالیجناب سنت **تیجا سنگھ** صاحب ایم اے

ایل ایل، بی۔ اے، ایم پرنسپل گورونانک خالصہ کالج

گوجرانوالہ کے نام نامی اسم گرامی پر معنوَن کرتا ہوں

گر قبول افتد زہے عز و شرف

خاکسار غلام قاسم

تذکرہ بابا نانک

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ
عرض حال	۲
دیباچہ	۴
پیدائش۔ طفولیت	۷
ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات	۱۰
کرامت ہائے طفلی	۱۱
خدائی حفاظت	۱۲
خلقت انسان کی غرض و غایت	۱۳
باباجی کی تعلیم	۱۴
ہندوستانیوں کے لئے سبق	۱۸
کھرا سودا	۱۹
عبادت میں خلوص ضروری ہے	۲۵
مسلمان کی تعریف	۲۷
ظلم و ستم چھوڑ دو	۲۷
فوائد سفر	۳۱
سچ جھوٹ کا سودا	۳۳
کبیر جی سے ملاقات	۳۴
زندگی ایک قیمتی لعل ہے	۳۷
بدھ گیا کی سیر دھاتما بدھ کی توحید پرستی	۳۹
بنگالن ساحرہ	۴۰
بت پرستی نہ کرو	۴۲
ہم کو وہ جگہ درکار نہیں جہاں تو نہیں	۴۴
خدا کے سوا کسی کی پوجا نہ کرو	۴۴
گوشت خوری	۴۶
باباجی کی چلہ کشی	۴۸
عورتوں کے لئے منتر	۵۲
انکا جنوبی ہند سے واپسی	۵۳
کرشن جی کی نگری کی سیر	۵۴
ملتان کے فقیروں سے ملاقات	۵۵
سجن ٹھگ کا قصہ	۵۶
کوہستان کی سیر	۵۷
گرم پانی کا حوض	۵۸
سائیں بڈھن شاہ صاحب کی ملاقات کا عجیب قصہ	۵۹
آتش پرستی مت کرو	۶۱
جنگل کے چرند پرند نے راگ سنا	۶۲
دنیا کی مثال	۶۴
سفر مکہ شریف	۶۵
باباجی حاجیوں کے لباس میں	۶۷
زیارت مدینہ منورہ	۶۸
زیارت بغداد شریف	۶۹
نصیحت نامہ	۷۰
چولا صاحب (منقش بآیات قرآن)	۷۳
باباجی شہر حلب میں ایک تاریخی غلطی کی تصحیح	۷۴
بھائی مردانہ کی موت	۷۶
ولی قندھاری کا معجزہ	۷۷
بابر بادشاہ سے ملاقات	۷۹
باباجی کا سفر آخرت	۸۱
باباجی کی زندگی سے سبق	۸۹
محب الوطنی	۹۳
اختتام	۹۶

۷۸۶

الف اللہ نور دن پایا قدرت دے سب بندے
اک نور سے سب جگ اُپجیا کون بھلے کون مندے

عرض حال

یہ امر اظہر من الشمس ہے۔ کہ بابا نانک جی کا مسلک صلح کل تھا۔ اور ....مشرب صوفیانہ۔ پس ان کی اس سوانحمری میں کوئی ایسی بات درج نہیں کی گئی۔ جو کسی مذہب وملت کے آدمیوں کی.... دل آزاری کا باعث ہو بلکہ اس امر کی پوری کوشش کی گئی ہے کہ اس میں وہ واقعات درج ہوں جو ہندوستان کی دو بڑی قوموں کے باہمی اتفاق کو بڑھانے کا ذریعہ ہنیں اور ایسے حالات درج ہوں جو رشتۂ ارتباط واتحاد کو مضبوط کریں۔ بعض لوگ تعصب و تنگ نظری کیوجہ سے ایسے من گھڑت قصے کتابوں میں درج کر دیتے ہیں جو منافرت کی خلیج کو اور بھی وسیع بنا دیتے ہیں۔ ہمارا مقصد چونکہ منافرت اور مغایرت کی خلیج کو تنگ کرنے کا ہے۔ لہذا ہم نے واقعات کو ایسی عبارت اور ایسے انداز میں بیان کیا ہے کہ فریقین میں سے کسیکو بھی شاق اور ناگوار نہ گذرے بلکہ اس کے مطالعہ سے انسانی جذبۂ الفت جوش میں آئے اور ہندو مسلمان سکھ ایک دوسرے کو محبت کی نگاہ سے دیکھیں۔ ہمارے لئے یہ امر ناگزیر تھا۔ کہ واقعات سکھ صاحبان کی تاریخوں اور کتابوں سے لیں۔ اور اُن پر مضمون آرائی خود کریں۔ بعض واقعات اپنے سکھ دوستوں سے زبانی طور پر بھی دریافت کر کے درج کتاب کئے گئے ہیں۔ قارئین کرام دیکھ لیں گے کہ ہمارا انداز مہذبانہ اور پیرایہ مصالحانہ ہے ع مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید۔

میں اپنے معزز دوست لالہ پانند صاحب خلف رائے بہادر لالہ ہرنراین صاحب آنکھائی رئیس اعظم رام نگر ضلع گجرانوالہ کا ممنون احسان اور مرہون منت ہوں کہ ان کی لائبریری سے مجھے اس مختصر کتاب کی ترتیب میں خاص امداد ملی ہے۔ موجودہ وقت میں ہندوستان جیسے کبھی جنت نشان کہا جاتا تھا ایک پُرفتن اور پُرمحن ملک بن رہا ہے۔ میں نے یہ سلسلۂ تصانیف اس لئے شروع کیا ہے کہ اہل ہند امن کی زندگی بسر کرنا سیکھیں اور ایک دوسرے کے بزرگان دین اور پیشوایان مذہب کی عزت و توقیر کرنے کو اپنا شیوہ بنائیں۔ اگر میرے ہم ملک اپنے اس اخلاقی فرض سے آگاہ ہوکر اسپر عمل پیرا ہوں۔ تو انشاءاللہ دنوں اور مہینوں میں امن و امان کا دور دورہ شروع ہو جائیگا۔ اور ہر بہی خواہ ہندوستان میرے اصول اور مقصد کا معترف و مداح ہوگا۔ پہلے زمین تیار کرنی چاہیئے۔ پھر کسی اچھی اور عمدہ پیداور کی امید ہو سکتی ہے۔

الملتمس

مولوی صوفی **غلام قاسم**۔

سابق ہیڈ ماسٹر۔ اے۔ وی مڈل سکول رام نگر۔ ضلع گوجرانوالہ۔

حال ریاضی ماسٹر اسلامیہ ہائی سکول

پشاور شہر۔

E3297 R

تذکرہ بابا نانک

دیباچہ

الف اللہ نور وں پایا قدرت دے سب بندے
اک نور سے سب جگ اپجیا کون بھلے کون مندے

ایک وقت تھا۔ جبکہ ہندوپنجاب میں ہندو مسلمان ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔ ان کے مذہبی اختلاف نے ایسا رنگ اختیار کیا کہ وہ ایک دوسرے کے خون میں ہاتھ رنگنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ اُن کو لڑتے جگڑتے دیکھ کر امن پسند اور صلح جو طبائع اندر ہی اندر کڑھتی تھیں۔ ان پاکیزہ اشخاص اور قابل عزت ہستیوں میں سے ایک بابا نانک دیوجی تھے۔ جن کو اس وقت نہیں لاکھ آدمی اپنا پیشوا اور اوتار مانتے ہیں۔ اور جنہیں کروڑوں ہندو مسلمان نہایت تعظیم و تکریم کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ وہ دنیا میں ایک مقدس مشن لے کر آئے تھے۔ جسے انہوں نے نہایت خوش اسلوبی سے پورا کیا۔ وہ پیغام امن لے کر آئے تھے۔ اپنے اہل ملک کو اور اہل دنیا کو وہ پیغام سُنا گئے۔ اور اپنا نیک نام اپنے پیچھے چھوڑ گئے۔ بابا نانک جی کی رحلت کو سیکڑوں سال گذر گئے ہیں لیکن انکا نام تاحال زندہ ہے۔ یہ امر اس بات کا کافی ثبوت ہے۔ کہ باباجی کا دل ملکی اور قومی محبت سے معمور تھا۔ اس سے ان کے اخلاص اور پاکیزگی پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ اُن کو جہاں نور عرفان سے حصہ ملا تھا وہاں ساتھ ہی بنی نوع انسان کے عشق و محبت سے بھی اُن کا سینہ لبریز تھا۔ ایسے نیک لوگوں کا نام زمانہ ادب و تعظیم کے دفتر میں مدت مدید تک محفوظ رکھتا ہے

سچ ہے ؎ ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

باباجی کے دل میں پریم کی لہریں جوش زن تھیں اور ان کا سینہ محبت کا خزینہ تھا وہ اکثر ظاہری آنکھیں بند کئے دل کی آنکھیں کھولے عالم استغراق میں بیٹھے رہتے تھے۔ اُن کے لئے کوہ و دشت شہر و دیار سب برابر تھے۔ ان کے ہمراہی مردانہ وغیرہ بھی مسافرت کی تکالیف اور اہل وعیال کی مفارقت مردانہ وار برداشت کرتے تھے۔ صرف اس لئے کہ باباجی کی صحبت میں انہیں ایک خاص روحانی حظ حاصل تھا۔ ان کا سینہ نور محبت سے لبریز تھا۔ دوسروں کے درد کو اپنا ذاتی درد جانتے تھے۔

ایک مغربی مصنف کا قول ہے۔ کہ بابا نانک جی اپنے پیچھے ایک اُمت چھوڑ گئے (یعنی سکھوں کی قوم) اور ایک کتاب چھوڑ گئے یعنے گرنتھ صاحب اور ایک مقدس مقام چھوڑ گئے یعنی دربار صاحب پس اس لحاظ سے وہ دنیا کے پیشوایان مذہب میں شمار ہونے کے ہر طرح لایق اور مقتدایان مذاہب عالم میں گنے جانے کا پورا حق رکھتے ہیں۔

اس کتاب کے لکھنے سے میرا مقصد یہ ہے۔ کہ جس پاکیزہ مشن کو مدنظر رکھ کر باباجی نے اہل ہند کی رہنمائی کی۔ اس کی اشاعت و تبلیغ میں مدد ملے۔ وہ تعلیم کیا تھی۔ وہ توحید کی تعلیم تھی۔ وہ صلح اور محبت۔ آشتی و صلاحیت کی تعلیم تھی اہل ہند بلا تفریق مذہب۔ ہندو مسلمان سکھ۔ عیسائی باہمی تنازعات کو بالائے طاق رکھدیں۔ اور امن پسند شہریوں کی طرح باہم گھُل مل کر زندگی بسر کرنا سیکھیں فضول جھگڑوں سے گریز کریں۔ اس میں بڑے بوڑھوں کے لئے اخلاقی ترقی کے سبق ہیں۔ نوجوانوں اور بچوں کے واسطے زندگی سُدھارنے کی تعلیم ہے۔ اور ہندو

مسلمانوں کے لئے ایک شاہراہ ہے جس پر گامزن ہوکر انسان دنیا میں امن و عافیت کی زندگی بسر کر سکتا ہے اور اپنے عقاید مذہب کا پابند رہ کر دوسرے مذاہب کے پیروؤں میں ہر دلعزیز بن سکتا ہے۔ دنیا اور اقوام دنیا میں امن و عافیت کا علمبردار کہلا سکتا ہے۔ زندگی میں اپنے بیگانے اس شاہراہ پر چلنے کی بدولت اُسے محبت و تعظیم کی نگاہ سے دیکھیں گے اور بعد حیات تاابد اس کی مزار پر محبت و اخلاص کے پھول چڑھاتے رہیں گے۔ اس تعلیم پر عمل پیرا ہوکر بابا نانک یوجی نے ہندو مسلمانوں سے خراج تحسین حاصل کیا۔ اسی تعلیم کی تلقین نے خواجہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کو لسان الغیب کا لقب دلایا۔ اہل دنیا بلاتمیز مذہب آجتک دیوان حافظ سے تفاول کرتے ہیں اور کرتے رہینگے اور اہل ذوق کمال عقیدت سے حافظ صاحب کے کلام کا مطالعہ کرتے اور اس کلام کے معجز نما اثر سے متأثر ہو کر عالم وجد میں جھومتے اور روحانی مسرتوں سے روح اور دل کو خوش کرتے ہیں۔ اس پاک تعلیم کا ملخص حافظ صاحب نے ایک شعر میں بیان کرکے دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے۔ واہ کیاہی پاکیزہ مضمون اور کیساہی قابل قدر اصول ہے۔ گویا یہ تعلیم آب زر سے لکھنے کے لایق اور لوح دل پر نقش کرنے کے قابل ہے ؎

حافظا گر وصل خواہی صلح کن باخاص و عام

با مسلمان اللہ اللہ با برہمن رام رام

باباجی کی ذات بھی بیہودہ مذہبی تعصبات سے پاک اور تنگدلی سے مبرا و منزہ تھی یہی انکی کامیابی کی کلید تھی۔ میری ایک غرض اس کتاب کے لکھنے سے یہ بھی ہے کہ اہل ہند سے تنگ خیالی دور کیجائے اور انمیں بلند نظری. عالی حوصلگی اور اعلیٰ اخلاق پیدا کئے جائیں پس اگر ان اوراق پریشان کا مطالعہ کرکے کسی ایک دل میں بھی بنی نوع انسانکی محبت پیدا ہوگئی اور اسکے مطالعہ سے ہندو مسلمان سکھ اور عیسایوں پر نیک اثر پڑا۔ تو میں اسے اپنی کامیابی سمجھونگا۔

غلام قاسم

باباجی

کی

پیدائش و طفولیّت

ملک پنجاب ایک زرخیز۔ زرریز اور مردم خیز خطہ ہے۔ اس میں بہادر قومیں آباد ہیں۔ سرکار انگریزی کی فوج میں پنجاب کے سکھ اور مسلمان کثرت سے بھرتی ہیں۔ جنگ عظیم میں ان لوگوں سے بڑے بڑے کارہائے نمایاں ظہور میں آئے فرانس کے میدان کارزار میں جب پنجابی فوجوں نے قدم رکھا۔ تو انہوں نے جرمن افواج کی بڑھتی ہوئی رو کو روک دیا۔ اور پانچ سال کی مسلسل جنگ کے بعد آخر کار جرمن جیسی قوم کو جو نئے آلات حرب سے مسلح اور کیل کانٹے سے لیس تھی۔ نیچا دکھایا۔ غرض یہاں کے لوگ جسمانی لحاظ سے عموماً قوی الجثّہ تنومند صحیح الدماغ۔ اور سلیم العقل ہوتے ہیں۔ اسی صوبہ پنجاب میں لائین پر لاہور اور وزیر آباد کے درمیان۔ یا یوں کہو کہ راوی اور چناب کے درمیان شہر گوجرانوالہ واقع ہے۔ جو شیر نیستان پنجاب (یعنی مہاراجہ رنجیت سنگھ) کی پیدائش گاہ ہونے کے باعث ایک تاریخی مقام سمجھا جاتا ہے۔ اس شہر کی آب و ہوا خاص طور پر صحت بخش اور طاقت افزا ہے۔ ابتک مہاراجہ رنجیت سنگھ کے والد سردار مان سنگھ کا محل قدرے تبدیل شدہ صورت میں وسط شہر میں موجود ہے۔ اگرچہ اس میں ایک طرف میونسپل کمیٹی کا دفتر ہے۔ اور دوسری طرف شفاخانہ ہے۔ لیکن اب تک اس کے در و دیوار سے تاریخی شان ٹپکتی ہے ؎ از نقش و نگار در و دیوار شکستہ

آثار پدید است صنادید عجم را

دور دور سے سیاح اس تاریخی مقام کے دیکھنے کو آتے اور آنکھوں کو اس کی

دید سے شاد کرتے ہیں۔ بعض گذشتہ شوکت کی یاد گھڑی دو گھڑی تک اپنے دل میں تازہ کرکے اشک حسرت بہاکر واپس چلے جاتے ہیں۔ اور بعض زمانے انقلاب اور نیرنگیوں سے متاثر ہو کر ان آثار قدیمہ کو باچشم پُر آب و پُرنم خیرباد کہتے ہیں۔

گوجرانوالہ کے ضلع میں (اب شیخوپورہ کا ضلع ہے) ایک بڑا وسیع اور غیر مزروعہ جنگل تھا جسکو یہاں کے لوگ .... کہتے ہیں۔ اس کے ایک گوشہ میں ایک گاؤں واقع ہے۔ جس کا نام تلونڈی ہے یہی چھوٹا سا گاؤں بابا نانک جی کے آبا و اجداد کا جنم ہے۔ یہ غیر معروف گاؤں باباجی کی طفیل خوب مشہور ہوا۔ اور بابا نانک جی کی پیدائش گاہ ہونے کے باعث آج دنیا بھر میں ننکانہ صاحب کے نام سے موسوم ہے۔ پس بابا نانک جی اور اُن کے خاندان پر یہ گاؤں جتنا بھی فخر کرے کم ہے۔ اچھی آب ہوا میں صحیح الدماغ سلیم العقل اور صاحب کمال ہستیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اس لئے بچوں کو کھلی آب و ہوا اور صاف ستھرے مکانوں میں رکھنا ہر طرح مفید اور فایدہ مند ہے۔

بابا نانک جی کا سلسلہ نسب سورج بنسی خاندان سے ملتا ہے۔ اور انہیں اجودھیا کے مشہور و معروف راجہ رامچندر جی کے بیٹے کُسو کی اولاد سے ہونے کا فخر حاصل ہے۔ واقفیت عامہ کے لئے یہاں اتنا لکھ دینا مناسب ہے۔ کہ راجہ رامچندر جی کے دو بیٹے تھے۔ کُسو اور لَو۔ کُسو نے قصور آباد کیا اور لَو نے لاہور۔ اس زمانہ میں یہ علاقہ لودھی پٹھانوں کے زیر حکومت تھا۔ اس گاؤں میں کالو نامی ایک کھتری تھا جس کے معزز خاندان کا پتہ ہم اوپر بتا چکے ہیں۔ کالو کوئی دولتمند آدمی نہ تھا۔ وہ گاؤں میں دھڑوائی یعنے حساب کتاب کا کام کرتا تھا۔ سلطان بہلول لودھی کے وقت میں ۱۴۶۹ء مطابق سمت ۱۵۲۶ کاتک سُدی

پورنماسی) میں چار گھڑی رات رہے کالو کے ہاں مائی ترپتا جی کے بطن سے موضع تلونڈی تحصیل شرقپور میں بابا نانک جی پیدا ہوئے۔ باباجی کے پیدا ہونے پر کالو کے گھر خوشی کے شادیانے بجے۔ ہر طرف سے مبارکبادیں ملیں۔ بھانڈ۔ میراسی۔ گداگر انعام واکرام اور خیرات لے کر خوش ہوئے۔ سب نے دعائیں دیں اور خوشی خوشی واپس گئے۔ باباجی کے ایک معتقد بھائی گورداس جی نے ان کی پیدائش پر اپنے جذبات کا اس طرح اظہار کیا ہے

کلجگ نانک پرگٹیا مٹی دھند جگ چانن ہویا

جیوں کر سورج نکلے تارے چھپے اندھیر پلویا۔

تمام لوگوں کے دل خود بخود دھرم کی طرف رجوع ہو گئے۔

اُن کی دایہ کا بیان ہے کہ اُن کی ولادت کے وقت میں نے تہنیت و مبارکباد کی ایسی آواز غیب سے سُنی۔ جیسے کسی رئیس یا بڑے آدمی کے آنے کی دھوم دھام ہوتی ہے۔

جس مقام پر باباجی پیدا ہوئے وہاں ایک مشہور و معروف استھان بنا ہوا ہے جسے ننکانہ صاحب کہتے ہیں۔ یہ سکھوں کی نزدیک بڑی مقدس جگہ ہے ہر سال لاکھوں سکھ اور ہندو وہاں جاترا کے لئے جاتے ہیں لاکھوں کروڑوں روپے کا چڑھاوا چڑھتا ہے۔ اور اس کے متصل ایک تالاب ہے۔ جہاں ایام طفولیت میں باباجی کھیلا کرتے تھے یہ تالاب اب **بال صاحب** کے نام سے موسوم ہے۔ اور جس جگہ بھینسیں چرا کرتی تھیں وہ کیارا صاحب کے نام سے مشہور ہے۔

ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ جب بابا نانک جی پیدا ہوئے تو ان کی دایہ مسماۃ دولتاں نے غیب سے مبارکباد کی آواز سُنی۔ اُسے خوشی کے نعروں کی ایسی آواز سنائی دی۔ گویا کسی عالی مرتبت رئیس کی آمد کی دھوم دھام ہے۔ اس نے گواہی دی۔ کہ پیدائش کے وقت یہ لڑکا بجائے رونے کے زور سے ہنسا اور تمام گھر ایک قسم کی روشنی سے جگمگا اٹھا۔ جس شخص کے ہاں اولاد نرینہ پیدا نہ ہوتی ہو کالو کی خوشی کا اندازہ کچھ وہی

لگا سکتا ہے۔ اس نے اپنی بساط سے بڑھ کر قدم مارا اور بہت سا زر و مال غربا اور مساکین میں تقسیم کیا بچے کی قسمت اور طالع کا حال معلوم کرنے کے لئے پنڈت ہر دیال نجومی کو بلایا چنانچہ پنڈت جی نے زائچہ کھینچکر علم نجوم کے ذریعے بتلایا۔ کہ کالو جی! تم بڑے خوش نصیب ہو۔ جو تمہارے گھر ایسا اقبالمند بیٹا پیدا ہوا ہے۔ یہ لڑکا اپنے باپ دادا کا نام روشن کریگا۔ ہندو مسلمان اس کی تعظیم کریں گے۔ اور اس کے کلام کو ذوق و شوق سے سُنینگے اس پر دَو لتا دائی نے بھی تصدیق کی۔ کہ مہاراج! میں نے صد ہا لڑکے لڑکیاں اپنے ہاتھوں سے جنائے ہیں لیکن ایسا با اقبال اور بلند اختر لڑکا دیکھنے میں نہیں آیا۔

ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات

بابا جی بچپن سے ہی ہونہار نظر آتے تھے۔ نشست برخاست کا طریقہ مودبانہ تھا۔ شوخی شرارت سے طبیعت کو نفرت تھی۔ جب بیٹھتے چار زانو ہو کر بیٹھتے اُن کی زبان پر بھجن جاری رہتے۔ گویا دل کو پریم حقیقی کی لو لگی ہوئی تھی۔ اور رگ رگ میں سرائیت کر گئی تھی۔ ہم عمر بچوں میں بیٹھتے۔ تو اُن کو ایسی عمدہ اور عبرت خیز باتیں سناتے جنکے ایک ایک لفظ سے خدا تعالیٰ کی عظمت اور بزرگی ٹپکتی تھی۔ ان کی باتیں کیا تھیں۔ نوخیز بچوں کے لئے اچھا خاصہ سرمایہ نصیحت تھیں۔ جو خدائے واحد کی صفت و ثنا سے ہمیشہ مملو ہوتیں۔ بابا جی کے دل میں تلاش حق کی آرزو تھی۔ اُن کی یہ خواہش انہیں ہر وقت بے قرار رکھتی تھی۔ تلاش یار میں وہ ملک بہ ملک۔ دِہ بدہ پھرتے رہے تلاش علم و حقیقت میں انہوں نے دور دراز کے سفر کئے۔ اس منزل میں جو جو تکالیف اور صعوبتیں پیش آئیں سینہ سپر ہو کر ان کا مقابلہ کرتے رہے۔ اور اپنے خداداد صبر و استقلال سے تمام مشکلات پر غالب آ کر کٹھن منزلوں کو بآسانی طے کر گئے۔ سچ ہے۔ سہ

رَاہرو راہِ محبّت کا خدا ہو حافظ
اس میں دو چار بڑے سخت مقام آتے ہیں

کہتے ہیں کہ باباجی کو ایّام طفولیت میں ہی الگ بیٹھ کر یادِ الٰہی میں رہنے کی عادت تھی۔ گو وہ گھر میں بھی حالتِ مراقبہ میں بیٹھے رہتے۔ اکثر اوقات جنگل و بیابان میں چلے جاتے اور تنہائی میں ذکرِ الٰہی کے مزے لوٹتے۔

باباجی کی کرامت

ایک روز کا ذکر ہے کہ کالو جی نے گاؤں کے چرواہوں کے ساتھ اُن کو مویشی چرانے کے لئے باہر بھیجا باہر جا کر ہونہار لڑکے نے اپنے ساتھیوں کو ایسی دلچسپ اور نصیحت آمیز باتیں سنانی شروع کیں کہ سب کے سب مویشیوں کا خیال بھول گئے باباجی کی شیریں کلامی نے اُن کو ایسا مسحّر اور گرویدہ کر لیا۔ کہ وہ دنیا و ما فیہا سے بے خبر ہو گئے۔ اُن کی بے خبری میں مویشیوں نے متصل کے ایک کھیت کو پامال کر ڈالا۔ کچھ چر لیا۔ کچھ اُجاڑ دیا۔ کھیت والا کسان سارے لڑکوں کو پکڑ کر تھانیدار کے پاس لے گیا۔ اور فریاد کی کہ اِن لڑکوں نے میرا کھیت اُجاڑ دیا ہے۔ اپنے مویشیوں کو میرے کھیت میں چھوڑ دیا۔ اور خود غافل ہو کر بیٹھے رہے۔ تھانیدار نے حکم دیا۔ کہ کسان کو معاوضہ دلایا جائے۔ اس پر نانک جی بول اٹھے کہ کھیت کا ملاحظہ کیا جائے۔ وہ تو بالکل صحیح و سالم ہے۔ ایک تنکا بھر کا نقصان نہیں ہوا۔ چنانچہ جب تھانیدار نے موقعہ ملاحظہ کیا۔ تو کھیت اپنی پوری بہار پر تھا۔ اس کا سبزہ پوری آب و تاب سے لہلہا رہا تھا۔ اسی روز سے لوگوں کا باباجی کی نسبت حسنِ ظن پختہ ہو گیا۔ اور وہ انہیں ولی سمجھنے لگے۔

خدائی حفاظت

انہی ایام میں ایک دفعہ باباجی باہر گئے جنگل میں حالتِ ذکرو فکر میں نیند نے غلبہ کیا۔ وہیں لیٹ گئے۔ سبز گھاس ان کا بچھونا تھا۔ اور چرخ نیلوفری اُنکا سائبان تھا۔ اتفاق سے رائے بلار حاکم شکار کرتا ہوا اُدھر آنکلا۔ اس نے دور سے دیکھا۔ کہ باباجی عالم خواب میں ہیں اور ایک سفید سانپ اپنا پھن کھولے ان کے منہ پر سایہ کیئے ہوئے ہے۔ گھوڑوں کے سموں کی آہٹ پاکر سانپ تو غایب ہوگیا مگر رائے بُلار کو باباجی کی بزرگی اور کرامت کا پورا یقین ہوگیا۔

یہ واقعہ تعجبات سے نہیں ہے۔ دنیا میں جتنے نبی۔ ولی اور بزرگ ہوئے ہیں۔ ہمیشہ خدا کی خاص حفاظت میں رہے ہیں۔ کسی خاص بزرگ کا اس وقت ذکر کرنا ہماری بحث سے خارج ہے۔ مگر ہزاروں ایسی مثالیں موجود ہیں۔ جن سے یہ امر صاف طور پر واضح ہوجاتا ہے کہ دشمنوں نے خدا کے برگزیدہ بندوں کو قتل کرنے کی سازش کی مگر عین وقت پر کسی اعلیٰ اور ارفع طاقت نے اُن کی فاسد تجاویز کو پاش پاش کردیا اور اپنے بندوں کو محفوظ و مصئون رکھا۔ خدا کے بندے دنیا میں چشمۂ فیض بنکر آتے ہیں۔ اس چشمے سے خلق اللہ مستفیض ہوتی ہے پس جبتک وہ فیض رسانی کا مشن پورا نہ ہوجائے دنیا کی تمام طاقتیں ملکر اور مجتمع ہوکر بھی ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتیں۔ اُن کا بال تک بیکا نہیں کرسکتیں۔ جب اُن سے جہان اور اہل جہان فیضان حاصل کرچکتے ہیں۔ تو قدرت انہیں خود بخود اُٹھا لیتی ہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک بچے کو چور اُٹھا کرے گیا۔ باہر جنگل میں لیجا کر ایک درخت کے نیچے اس کا زیور اتارنے لگا۔ کہ ناگہاں درخت کے نیچے سے ایک

خوفناک سیاہ مار منہ کھولے ہوئے اس کی طرف جھپٹا۔ چور مارے خوف کے بھاگ گیا اور سانپ بچّے کے قریب بطور محافظ و چوکیدار کے بیٹھا رہا۔ اتنے میں گاؤں کے لوگ بچّے کو تلاش کرتے ہوئے اُدھر آنکلے۔ سانپ اُن کے آنے کی آواز سُنکر چلا گیا اور بچّے کو اٹھا کر وہ گھر لے گئے۔ ایسے ایسے واقعات دنیا میں وقوع پذیر ہوتے رہتے ہیں اور ان کا وقوع پذیر ہونا ممکنات سے نہیں ہے۔

خلقت انسان کی غرض و غایت

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کر و بیان

انسان دنیا میں آتا ہے۔ اپنا پارٹ (حصہ) ادا کر کے چلا جاتا ہے۔ اور ایسا جاتا ہے۔ کہ پھر واپس نہیں آتا۔ پس مناسب ہے۔ کہ اپنی خلقت یعنی پیدائش کی غرض و غایت جانے۔ بچپن سے ہی نیک عادات اختیار کرے۔ قاعدہ ہے کہ طفولیت و شباب میں جو عادات راسخ ہو جاتی ہیں وہ تمام عمر ساتھ رہتی ہیں۔ ان کا چھوٹنا قریبًا قریبًا ناممکن ہو جاتا ہے اگر ان کی تربیت شروع سے عمدہ ہو اور نیک عادات کا خوگر ہو جائے تو دنیا میں اس کا چلن قابل تقلید بن جاتا ہے۔ لیکن بُری عادات اگر اسپر مسلّط ہو جائیں۔ تو ان کا ترک کرنا یا اُن سے نجات حاصل کرنا بھی نہایت ہی مشکل ہو جاتا ہے۔ ایک دانا کا قول ہے۔ کہ عادتیں موتیوں کی لڑی یا مالا کی مانند ہیں جب ایک دفعہ یہ لڑی کھُل گئی تو تمام موتی بکھر جاتے ہیں۔ اور اُن کا سنبھالنا یا دوبارہ اکٹھا کرنا ایک دشوار کام بن جاتا ہے۔ نیکی کو اس لئے اختیار کرو کہ وہ نیکی ہے۔ اور اپنا انعام آپ ہے۔ خدا کے برگزیدہ بندے اور نیک پُرش کہتے ہیں۔ کہ انسان صرف خدا کی عبادت اور بندگی کے لئے پیدا ہوا ہے۔ علم دوست لوگ کہتے ہیں کہ تلاش و

تحصیل علم کے لئے اسکو بھیجا گیا ہے۔ زر پرست لوگ کہتے ہیں۔ کہ حصول زر و جاہ کے لئے انسان پیدا کیا گیا ہے۔ لیکن اگر ان سبکا خلاصہ معلوم کرنے کی کوشش کیجائے اور نچوڑ نکالا جائے۔ تو ماننا پڑیگا۔ کہ انسان اوقاتِ معینہ و مقررہ پر عبادت۔ حصول علم۔ کسب حلال اور ہمدردی بنی نوع انسان کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

باباجی یاد الٰہی بھی کرتے تھے دنیاداری بھی انہوں کی۔ حصولِ علم اور تلاش میں بھی دور دور گئے۔ کسی کے حق کو غصب کر کے کھانا انہوں نے حرام سمجھا۔ پس اُن کی متابعت نیکی کی راہ دکھانے والی اور برائی سے ہٹانے والی ہے۔

ایک شاعر نے انسان کی پیدائش کی غرض و غایت کیا اچھے الفاظ میں بیان کی ہے

شعر
دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیان

اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ عبادت کے ساتھ ہمدردی بنی نوع انسان اور دردِ دل انسان کو فرشتوں سے افضل بنا دیتے ہیں۔ اسے ہمدردی۔ دردِ دل اور علم کے ذریعے فرشتوں پر فضیلت حاصل ہوسکتی ہے۔ ورنہ عبادت کے لئے فرشتے بہت ہیں۔ پس انسان کی پیدائش کی غرض عبادت ہمدردی۔ دردِ دل۔ حصول علم اور کسب حلال میں مضمر ہے۔

باباجی کی تعلیم

میاموز جز علم گر عاقلی
کہ بے علم بودن بود جاہلی

علم نور ہے۔ جو انسان کو جہالت کے اندھیرے سے نکال کر منزل مقصود کی راہ دکھاتا ہے۔ علم انسان کو حقیقی معنوں میں انسان بنا دیتا ہے۔ علم حاصل کر کے اسپر عمل کرنا نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ عالم بے عمل شجر بے ثمر کی مانند ہے۔ مذہبی تعلیم کا

حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا انسانی روح کو صفائی بخشتا ہے۔ اخلاقی کتب کے پڑھنے سے اور اُن پر عمل پیرا ہونے سے اعلیٰ اخلاق حاصل ہوتے ہیں۔ یہ بیان کرنا تحصیل حاصل ہے کہ اعلیٰ اخلاق انسان کو دنیا میں باعزت باتمیز اور ممتاز بنا دیتے ہیں۔ بداخلاقی اور بدچلنی انسان کو ذلیل و خوار کر دیتی ہے۔ صاحب علم و ہنر دنیا میں عزت کی زندگی بسر کرتے ہیں۔

جس طرح عام شرفا کا طریقہ ہے۔ کالو جی نے سات سال کی عمر میں ہندی پڑھنے کے لئے ان کو گوپال پنڈت کے سپرد کیا۔ پاٹ شالہ میں جب آپ کو پنڈت جی نے ہندی کے ہندسے لکھ کر یاد کرنے کو دیئے۔ تو باباجی نے کہا۔ پنڈت جی! جو کوئی دنیاوی حساب وکتاب میں پھنسا رہے۔ اور ایشور کی بھگتی کو بھول جائے وہ عاقبت میں سخت عذاب میں مبتلا ہو گا۔ میں ایک وحدہٗ لاشریک خدا کی صفت وثنا پڑھنے اور پڑھانے کو آیا ہوں۔ آپ نے حسب حال فی البدیہہ ایک شبد۔ پاکھن بنا کر پنڈت جی کو سنایا جس کا مطلب حسب ذیل ہے:۔

گیان کی سیاہی سے عقل حق شناس کے کاغذ پر شوق پریم کے قلم سے پاک دل کو لوح (تختی) بنا کر عارف گرو (پیشوا) سے سیکھ کر معرفت کا حساب لکھ۔ خدا کے نام کا ورد اور اس کی صفت لکھ۔ بے انتہا لکھ۔ اور لکھتا رہو۔ اے استاد جو ایسا حساب لکھ جانتا ہے اس کے لئے یہ حساب قیامت کے دن نجات کی سند بن جائیگا۔

نو سال کی عمر میں باباجی کو سنسکرت سیکھنے کے لئے پنڈت برج ناتھ کے پاس بھیجا گیا۔ اُس نے آپ کو اونکار کی صورت پڑھنے کے واسطے لکھدی مگر آپ نے پڑھنے سے یا پڑھنے کی مشق کرنے سے پہلے پنڈت جی سے اس کے معنے پوچھے۔ تب تو پنڈت جی چکرائے اور کہنے لگے۔ کہ بچوں کو شروع میں معنے نہیں پڑھائے جاتے۔ ہاں اگر تم جانتے ہو۔ تو بتا دو۔ پھر نانک جی نے لفظ اونکار کی ایسی مفصل اور عمدہ تشریح کی۔ کہ

پنڈت جی دنگ رہ گئے۔

گیارہ برس کی عمر میں فارسی سیکھنے کے لئے اُن کو مولوی صاحب کے پاس بیٹھایا گیا۔ مگر وہاں بھی ہندی اور سنسکرت پڑھانے والوں پنڈتوں کی طرح انہوں نے مولوی صاحب کی خوب تسلی کی اور الف۔ ب۔ ت کے جواب میں کہا کہ قطب دین۔

الف۔ اللہ نوں یاد کر غفلت منوں وسار	سانس پلٹے نام بن دھرگ جیون سنسار
ب۔ بدعت کو دور کر قدم طریقت راکھ	سبناں اگے ہیوں چل مندا کسے نہ آکھ
ت۔ توبہ کر عاجزی سائیں بے پرواہ	ساتھ نہ چلے قطب الدین جنم گنوا یو باد
ث ثنا کر رب دی خالق نوں کر یاد	یاد نہ کینو قطب الدین جنم گنوایو باد

جس کا مختصر مطلب یہ ہے کہ الف۔ اللہ کو یاد کر۔ ب بدعت اور برائی کو چھوڑ دے۔ اور کسیکو برا مت کہو۔ اور فضول جھگڑوں میں زندگی کو برباد مت کر۔ ت توبہ کر۔ ث ثنا یعنی خدا کی صفت کر اور اپنے خالق کو یاد کر۔ اگر خالق کو یاد نہیں کریگا۔ تو اپنی زندگی برباد کر دیگا۔

اسی سال آپ کو جنیؤ (زنار) پہنانے کے لئے پروہت کو بلایا گیا۔ مگر جب پروہت نے جنیؤ (زنار) ان کے گلے میں ڈالنے کا ارادہ کیا۔ تو آپ نے جنیؤ پہننے سے انکار کر دیا۔ اور فرمایا۔

"دیا کپاہ سنتوکھ سوت۔ جت گنڈی ست وٹ۔ ایہو جنیؤ اکا ہی تان پانڈے گھت۔ تاں ایہہ ٹوٹے ناں مل لگے۔ نا ایہو جلے نہ جائے۔ دھن سو مانس نانکا۔ جو گل چلے پائے۔"

مہربانی کی کپاس سے صبر کا سوت کات کر اس میں راست گوئی کی مروڑی اور پرہیزگاری کی گانٹھ لگا کر جنیؤ بناؤ جو سچا جنیؤ تمہاری روح کا ہے۔ ایسا جنیؤ

نہ میلا ہوتا ہے۔ نہ ٹوٹتا ہے۔ نہ آگ میں جلتا ہے۔ اگر ایسا جینؤ تمہارے پاس ہے۔ تو پہنو اور لوگوں کو پہناؤ۔

مقصود یہ ہے۔ کہ خوش خلقی۔ راست گوئی پرہیزگاری۔ اور حلم کی نیک عادات بچپن سے ہی اختیار کرو۔ یہ سب سے بہترین جینؤ ہے۔ اور تمام عمر تمہارے ساتھ رہیگا۔

باباجی نے تمام عمر توحید اور وحدانیت کا وعظ کیا۔ بت پرستی سے بیزار رہے اور اپنے چیلوں اور مریدوں کو بھی اس سے منع کرگئے۔ عبادت۔ بھجن اور بھگتی میں خود بھی مصروف و مشغول رہتے اور دوسروں کو بھی اس کی ہدایت کرتے رہے۔ تعصب اور تنگ خیالی کے سخت مخالف تھے۔ ہر مذہب ملت کے لوگوں سے خلق سے پیش آتے۔ کسی مذہب کے پیشوا اور بزرگوں کو برا نہیں کہتے تھے۔

پیشوایان مذہب کے متعلق باباجی نے گرنتھ صاحب کے ایک شبد میں اپنے دلی خیالات کا اظہار اور اپنی کمال بے تعصبی کا ثبوت دیا ہے۔ وہ شبد یہ ہے:۔

جت در۔ لکھ محمدا۔ لکھ برہما۔ بشن مہیش۔ لکھ لکھ رام بڈیرینہہ لکھ راہی لکھ دلیس۔ لکھ اوتے گورکھا جتی لے سنیاس۔

اس کے متعلق سکھوں کی کتاب میں اس طرح ذکر آیا ہے۔ کہ باباجی ایکدن بئیں ندی میں اشنان (غسل) کرنے کو گئے۔ اور ایسا غوطہ لگایا۔ کہ تین دن تک باہر نہ نکلے۔ دیوان جے رام اور نواب صاحب نے اس خبر کو سنکر تمام دریا چھنوا ڈالا۔ اور جگہ بہ جگہ جال ڈلوائے۔ مگر کچھ پتہ نہ چلا۔ کیونکہ باباجی کو خواجہ خضر علیہ السلام سچ کھنڈ یعنی درگاہ الٰہی میں لے گئے۔ جہاں سے اُن کو

گورمنتر کا اُپدیش ہوا۔ اور یہ بھی ارشاد ہوا کہ جو کوئی گورمنتر کو پڑہیگا۔ نجات پائیگا۔ یہ گورمنتر گرنتھ صاحب کے شروع میں درج ہے۔ سچ کھنڈ پر پہنچکر بابا نانک جی نے دیکھا کہ حضرت محمدؐ صاحب۔ رام۔ کرشن۔ عیسیٰؑ۔ موسیٰؑ اور ہزاروں پیر۔ پیغمبر۔ اولیا۔ اوتار اپنے اپنے درجہ پر گردن جھکائے دست بستہ اللہ تعالےٰ کے حکم کے منتظر کھڑے ہیں۔ تین دن کے بعد باباجی اُسی جگہ سے باہر نکل آئے جہاں انہوں نے غوطہ لگایا تھا۔ اور قبرستان میں جا بیٹھے۔ یہ خبر رفتہ رفتہ تمام شہر میں پھیل گئی باباجی کی بہن نانکی جی نے بھی یہ خبر سُنی۔ شہر کے لوگ گروہ گروہ باباجی کے درشن کو آئے۔ اس کے بعد باباجی نے مودیخانہ کا کام بالکل ترک کر دیا۔ اور شب و روز یاد الٰہی میں مصروف رہنے لگے۔

ہندوستانیوں کے لئے سبق

ہندوستان جو مختلف المذاہب لوگوں اور قوموں سے آباد ہے۔ اس تعلیم سے بڑا بھاری فایدہ اٹھا سکتا ہے۔ اہل ہند کے لئے یہ ایک ہدایت نامہ ہے۔ کہ محمدؐ صاحب۔ رام۔ کرشن۔ برہما۔ عیسیٰؑ۔ موسیٰؑ سب خدا کے برگزیدہ بندے تھے۔ اور سب مقام اعلیٰ میں ہیں۔ لایق عزت و تعظیم ہیں تم اے ہندوستانیو! ایک دوسرے کے بزرگان دین کا ادب کرنا سیکھو۔ اگر تم سے کوئی بے وقوف دوسرے مذاہب کے بزرگوں کو بُرا کہتا ہے۔ تو اُن کی شان میں کوئی کمی واقع نہیں ہوسکتی۔ البتہ برا کہنے والا اپنی پلیدی اور خبث باطن کا ثبوت بہم پہنچاتا ہے۔ پس غلط کار اور بیہودہ جوش والے نوجوان لڑکے جو دوسرے مذاہب کے بزرگان دین کو بُرا کہہ کر دوسروں کی دل آزاری کرتے ہیں۔ اس سے سبق لیں۔ کیونکہ ان کے افعال بد سے

ملک میں نفاق اور تفریق کا بیج بویا جاتا ہے۔ اتحاد و اتفاق قومی کو دھکّا لگتا ہے۔ مسلمانوں کے لئے حکم ہے۔ کہ تم دوسرے مذاہب کے معبودوں اور پیشواؤں کو بُرا مت کہو۔ اسلام نے صاف اور صریح الفاظ میں بآواز بلند کہدیا ہے۔ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ۔ یعنی ہر ایک قوم میں ہادی اور رہنما بھیجے گئے ہیں۔ پس اُن کی عزت کرو۔

کھرا سودا

بابا جی کو طفلی میں ہی فقیروں اور درویشوں سے بہت محبّت تھی۔ ان کی یہ حالت دیکھ بھائی مردانہ نے جو اُن کے گھر کا خاص میراسی تھا۔ اور اکثر اُن کے ہمراہ رہا کرتا تھا۔ ایک روز اُن سے کہا۔ کہ پاکپٹن شریف میں بابا فرید صاحب کا میلہ ہے۔ وہاں ہر قسم کے فقیر اور خدارسیدہ لوگ جمع ہوتے ہیں۔ آپ بھی وہاں تشریف لے چلیں۔ اور درویشوں کی صحبت سے فایدہ اٹھائیں۔ چنانچہ بابا جی ۵ اماہ جیٹھ سمت ۱۵۳۸ بکرمی کو پاکپٹن شریف تشریف لے گئے۔ وہاں بابا فرید صاحب کی گدّی پر اُن دنوں شیخ ابراہیم صاحب سجادہ نشین تھے۔ بابا نانک جی کی اُن سے ملاقات ہوئی اور خوب باتیں ہوئیں۔ سکّھ صاحبان اور دوسرے واقف کار لوگ خوب جانتے ہیں کہ بابا نانک جی کو بابا فرید صاحب اور ان کے کلام سے خاص اُنس اور محبّت تھی۔ چنانچہ گرنتھ صاحب بابا فرید صاحب کے کلام معجز نظام سے بھرا پڑا ہے۔ کم از کم تیسرا حصہ اس میں بابا فرید صاحب کے بھجنوں (معرفت کے گیتوں) کا ہے گرنتھ صاحب تین بزرگوں کے کلام معجز نظام کا مجموعہ ہے۔ بھگت کبیر جی۔ بابا فرید صاحب۔ پانچویں گورو ارجن صاحب نے گرنتھ صاحب کو جمع کیا متذکرہ بالا بزرگوں کے کلام کے ساتھ اُن کا اپنا کلام بھی اسمیں درج

تین روز کے بعد باباجی میلہ سے واپس آئے۔ کالوجی نے جب دیکھا۔ کہ میرا لڑکا درویشوں اور فقیروں کی طرف غیر معمولی طور پر راغب ہے۔ اور اُن سے اُسے بے حد محبت اور بے انتہا روحانی اُنس ہے۔ تو اُسے خدشہ پیدا ہوا کہ کہیں یہ بھی فقیر نہ ہوجائے پس اس نے باباجی کو کاروبار تجارت میں لگانے کی تجویز کی۔ چنانچہ مگھر کے مہینہ میں جب ان کی عمر ۱۵ سال کی تھی کالوجی نے انہیں کچھ روپیہ دیکر مالِ تجارت کی خرید کے لئے لاہور کی طرف روانہ کیا۔ اور بھائی بالا جاٹ کو خدمت اور حفاظت کے لئے ساتھ بھیجا اور مکرر سہ کرر تاکید کی۔ کہ مال تجارت نہایت اعلیٰ اور کھرا ہو۔ نیز پوری سوچ بچار کے بعد خوب نفع والا مال خریدنا۔ لیکن جب باباجی اپنے باپ یعنی پتاجی سے رخصت ہوکر موضع چوہڑکانہ کے پاس پہنچے۔ تو دیکھتے کیا ہیں کہ وہاں پر بیراگی فقیروں کی ایک جماعت تین روز سے فاقہ کی حالت میں پڑی ہے۔ پس آپ نے بھائی بالا سے کہا کہ اِن بھوکے فقیروں کو کھانا کھلانے سے بڑھ کر مجھے دوسرا کار ثواب نظر نہیں آتا۔ اور نہ ہی اس سودے سے اچھا سودا کہیں مل سکیگا۔ چنانچہ سوداگری کا روپیہ جو آپ کے پاس تھا۔ اس کی جنس منگائی۔ اور اُن بھوکے فقیروں کو خوب پیٹ بھر کر کھانا کھلاتے رہے۔ جب کل روپیہ خرچ ہوگیا۔ تب گھر کو واپس مڑے۔ اپنے گاؤں کے نزدیک آکر خود ایک پیلو کے درخت کے نیچے (جو اب تنبو صاحب کے نام سے مشہور رہے) بیٹھ رہے۔ اور بھائی بالا کو گھوڑی دیکر گھر واپس بھیجدیا۔ جب کالوجی نے بھائی بالا سے یہ کیفیت سُنی۔ تو نہایت غضب آلودہ ہوا۔ اور مارے غصہ کے لال پیلا ہوگیا۔ حالت غیظ وغضب میں باباجی کے پاس جاکر انہیں بہت کوسا او سخت سست کہا۔ پھر انہیں رائے بولار حاکم کے پاس لیگیا۔ اور کہنے لگا

کہ دیکھئے اس لڑکے نے میرا کتنا نقصان کیا ہے۔ روپیہ دیکر سوداگری کا مال خریدنے کو بھیجا تھا۔ مگر اس نے مال خریدنے کی بجائے سارا روپیہ فقیروں کو کھلا دیا ہے۔ تب باباجی نے سرنیچا کر کے جواب دیا۔ کہ آپ کا حکم نہایت کھرا اور منافع والا سودا خریدنے کا تھا۔ پس میں نے آپ کے حکم کی تعمیل کر دی ہے۔ اس سے بڑھ کر کھرا اور منافع والا سودا ہو نہیں سکتا۔ باباجی کا یہ جواب سنکر رائے بولار پر بڑا اثر ہوا اور اس نے کالو سے کہا۔ کہ نانک جی تمہارا جس قدر روپیہ خرچ کریں ہمارے خزانہ سے لے لیا کرو۔ مگر ان کو بُرا بھلا مت کہا کرو۔ تم اس کامل کبیر اور عامل امیر سے بے خبر ہو۔

اگرچہ کالو جی باباجی کی ایسی ایسی فیاضیوں سے بہت رنجیدہ خاطر رہا کرتا تھا۔ مگر وہ کب باز آتے تھے۔ گھر سے جو کچھ اُن کو ملتا۔ وہ فقیروں اور غریبوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ اور جنگل میں الگ بیٹھ کر یاد الٰہی کے مزے لوٹتے۔

اسی اثنا میں ایک روز آپ کی خالہ بی بی لکھو آپ کی والدہ ترپتا جی یعنے اپنی بہن سے ملنے کو آئی۔ باباجی کی باتیں سنکر اور ان کی یہ حالت دیکھ کر کہنے لگی یہ لڑکا تو دیوانہ سا معلوم ہوتا ہے۔ جو کچھ گھر میں پاتا ہے اٹھا کر غریبوں فقیروں کو دیدیتا ہے۔ یہ سنکر آپ نے کہا خالہ جی! جو لڑکا آپ کے گھر پیدا ہو گا۔ وہ مجھ سے بڑھ کر دیوانہ اور پگلا ہو گا۔ چنانچہ مائی لکھو کا بیٹا رام لچھمن جی ویسا ہی ہوا وہ بیراگیوں کے فرقہ کا مشہور فقیر ہوا ہے۔ رام لچھمن جی کا مکان قصور کے متصل بیان کرتے ہیں۔ جہاں ہر سال بیساکھی کے موقعہ پر بڑا بھاری میلہ لگتا ہے۔

انسان کے لئے لازم ہے۔ کہ جو کچھ کمائے۔ اس سے کچھ نہ کچھ رقم غریبوں فقیروں۔ اوپاہجوں۔ بیواؤں اور لولے لنگڑوں کی امداد میں خرچ کرے۔ اُن کی دعائیں اس کے لئے باعث برکت ہو جاتی ہیں۔ ہمدردی کا مادہ ہمیں

بڑھتا ہے۔ اس کی طرف دیکھ کر دوسرے بھائیوں کو نیکی کی ترغیب ہوتی ہے۔
خیرات وزکوۃ سے انسان کا مال گھٹتا نہیں ہے۔ بلکہ دن بدن بڑھتا ہے۔ دنیا کے
بڑے فلاسفر شیخ سعدی صاحبؒ کیا خوب کہہ گئے ہیں۔ ؎

زکوٰۃ مال بدر کن کہ فضلۂ رزرا
چو باغبان بُبُرد بیشتر دہد انگور۔

مال سے اللہ کا حصہ نکال۔ کیونکہ انگور کی ٹہنی کو جب باغبان کاٹتا ہے۔
تو زیادہ پھل دیتی ہے۔ اہل اللہ اپنا تمام مال ہر وقت اللہ کے راستے میں فقیروں
اور غریبوں کے لئے خرچ کرنے کو تیار رہتے ہیں۔ خدا ترس دنیادار بھی حتی الامکان
ننگے بھوکوں کی امداد سے دریغ نہیں کرتے۔ زرپرست اور حریص لوگ غریبوں
اور یتیموں کی مدد کی بجائے اُلٹا اُن کی کھال اتارتے ہیں۔ مگر ایسے لوگوں کا مال
ہر وقت معرض زوال ہی ہوتا ہے۔ اُن پر ایسی ناگہانی بلائیں اور آفتیں نازل
ہوتی ہیں۔ کہ جن کا انہیں خواب وخیال تک بھی نہیں ہوتا۔ ایسے لوگوں کے پاس
جتنا مال و دولت بھی آئے۔ ان کی اشتہا اور حرص کم نہیں ہوتی۔ سچ ہے ؎

بس نہ کرتے کبھی ہرگز یہ خدا کے بندے
گر حریصوں کو خدا ساری خدائی دیتا

آخر کار کالو جی نے تنگ آکر بابا نانک جی کو سمت ۱۵۴۱ بکرمی اپنی بڑی بیٹی
بی بی نانکی جی کے ہمراہ سلطان پور (علاقہ کپورتھلہ) میں بھیجدیا ۔ نانکی جی
وہاں بیاہی ہوئی تھی اور ان کا خاوند لالہ جے رام نواب دولت خان کا دیوان
تھا۔ دیوان جے رام نے کچھ رشتہ داری کی وجہ سے اور کچھ ان کی نیک شہرت
کے باعث ان کی خوب خاطر مدارات کی۔ ان کے لئے ہر قسم کا سامان آسائش کیا
اور انہیں ہر طرح سے آرام پہنچایا۔ بی بی نانکی جی اور دیوان جے رام کا اس میں

ایک خاص مطلب بھی تھا۔ کہ باباجی کا دل یہاں لگ جائے۔ وہ سلطان پور سے مانوس ہو جائیں۔ پھر انہیں کسی کام کاج میں لگادیں گے۔ چنانچہ چھ ماہ کے بعد میاں بیوی نے سوچا۔ کہ ان کو کسی ایسے کام میں لگانا چاہیئے۔ جہاں اُنہیں کبھو وقت فرصت نہو۔ کثرت مشغولیت اور عدیم الفرصتی کیوجہ سے ان کے دماغ سے درویشی اور فقیری کے خیالات نکل جائینگے۔ اپنی جگہ پختہ وچار کرکے دیوان جے رام نے سمت ۱۵۴۲ بکرمی میں نواب صاحب سے سفارش کرکے باباجی کو مودیخانہ کا کام دلوادیا۔

باباجی نے مودیخانہ کا کام تو شروع کر دیا۔ مگر جس قدر رسد روزانہ نواب صاحب کے ہاں جاتی۔ اس سے کئی گنا آپ غربا اور مساکین میں بانٹ دیتے۔ اس طرح آپ نے کھرے سودے کا بیوپار جاری رکھا۔

جس مکان میں باباجی مودیخانہ کا کام کرتے تھے وہ اب تک ہٹی صاحب مشہور ہے۔ چغلخور لوگ اکثر باباجی کی فضول خرچی کی شکایت نوابصاحب سے کرتے رہتے۔ مگر جب کبھی پڑتال کیجاتی۔ بابا نانک جی کا حساب ٹھیک نکلتا۔

ایک مرتبہ حاسدوں نے بڑے زور شور سے شکایت کی۔ نوابصاحب نے حکم دیا۔ کہ پڑتال شروع کردو۔ اور تا فیصلہ باباجی کو نظر بند رکھو۔ جس مکان میں آپ کو نظر بند کیا گیا۔ وہ اب تک کوٹھڑی جی کے نام سے مشہور ہے۔ جسکی عمارت دیوان رام جس معاون ریاست کپورتھلہ نے نہایت عمدہ اور پختہ بنوادی ہوئی ہے۔

ایک دن کا ذکر ہے۔ کہ باباجی مودیخانہ کی دُکان پر بیٹھے تھے۔ کہ ایک درویش پاک صورت اور پاک سیرت اُدھر آنکلا۔ اور کہنے لگا۔ نانک! تم دنیا میں اس کام کے لئے نہیں بھیجے گئے۔ جس کام کے لئے بھیجے گئے ہو۔ اُٹھیے

شروع کرو۔ اور دنیا کے دھندوں کو چھوڑ دو۔ اُس فقیر روشن ضمیر کی پُرتاثیر کلام کو سُنکر باباجی نے فی الفور مودیخانہ کی دُکان لُٹا دی۔ اور وہاں سے چلدیئے چند روز بعد آکر قبرستان میں بیٹھ گئے۔ ان کی واپسی کا حال سُنکر نواب دولتخان نے دیوان جے رام کو حکم دیا۔ کہ مودیخانہ کا حساب داخل کرو کیونکہ اُسے یقین تھا کہ باباجی کے ذمے بہت سا روپیہ واجب الادا ہے۔ جب پڑتال کی گئی۔ تو باباجی کا ایک سو روپیہ نواب کے ذمے بابت منافع بقایا نکلا چغلخوروں اور حاسدوں کا منہ کالا ہوا۔ سو روپیہ کی رقم باباجی کے گھر مائی سولکھنی کے پاس نواب صاحب نے بھیجدی۔ کہ یہ رقم بال بچوں کی پرورش کے کام آئیگی۔

دیوان جے رام نے ۲۴ جیٹھ سمت ۱۵۴۴ مطابق ۱۴۸۷ء باباجی کی شادی سلکھنی جی سے کردی۔ جو مولچند کھتری سکنہ موضع پکھو ضلع گورداسپور کی لڑکی تھی۔ عرصہ چھ سال کے بعد ۵ ساون سمت ۱۵۵۱ بکرمی کو سلکھنی جی کے بطن سے باباجی کے ہاں سریچند جی پیدا ہوئے۔ جو اُداسیوں کے گرو ہوئے اور ۱۹ پھاگن سمت ۱۵۵۳ کو گورو جی کے دوسرے بیٹے لکھمی چند جی پیدا ہوئے۔ جن کی اولاد اب تک بیدی کے نام سے مشہور ہے۔

سیر المتاخرین میں یہ قصہ بھی درج ہے۔ کہ باباجی دن رات فقیروں کی صحبت میں یا مودیخانہ کے کام میں لگے رہتے تھے۔ گویا ؎ کھرے سودے" سے اُن کو بالکل فرصت نہیں ملتی تھی۔ مودیخانہ سے اگر کچھ فرصت ہوتی۔ تو اُسے فقیروں اور درویشوں کی صحبت میں گذارنے کو غنیمت سمجھتے تھے۔ بیوی کی طرف مطلق راغب نہ تھے۔ اس سبب سے ماتکی جی نے اور دیگر رشتہ داروں ودوستوں نے انہیں گھر جانے پر مجبور کیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

انہوں نے گھر آنا جانا شروع کردیا۔

عبادت میں اخلاص اور حضورِ قلب ضروری ہے

مودیخانہ کا کام ترک کرکے بابا نانک جی تین روز غایب رہنے کے بعد قبرستان میں بیٹھ گئے۔ ان کی زیارت اور درشن کے لئے وہاں ایک میلہ لگا رہتا تھا۔ آپ اکثر وعظ و نصیحت میں وقت گذارتے۔ اور جو لوگ آپ کی زیارت کو آتے اُن کو تاکید کرتے کہ ایک خدا۔ ایک پرمیشر اور ایک ست کرتار کی عبادت کرو۔ وہی بندگی اور عبادت کے لایق ہے۔ اس کی ذات میں کسیکو شریک نہ کرو۔ کہتے ہیں کہ یہ تعلیم ان کو سچ کھنڈ یعنی بارگاہِ ایزدی سے حاصل ہوئی تھی۔ بابا جی لوگوں کو یہ بھی تاکید کرتے تھے۔ کہ عبادت میں ریا ہرگز نہیں چاہیئے۔ کسی دکھلاوے کے لئے عبادت مت کرو۔ عبادت کو دامِ تزویر مت بناؤ۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا انسان کا روحانی فرض ہے۔ عبادت میں خلوص اور صدق کی ضرورت ہے۔ جب انسان اس مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ تو اسے دنیوی جاہ و حشمت کی اور حشمت والوں کی کچھ پروا نہیں رہتی۔ چنانچہ بابا جی بھی اب دنیا اور دنیا والوں سے مستغنی ہو گئے۔ حتیٰ کہ نواب صاحب کے بلانے پر انہیں بھی جواب دیدیا۔ کہ اب ہم نواب کے نوکر نہیں۔ خدا کے نوکر ہیں۔ صرف اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ اس پر نواب صاحب نے کہلا بھیجا۔ کہ اگر خدا کے نوکر ہو۔ تو خدا کے گھر (یعنی مسجد) میں آکر نماز کیوں نہیں پڑھتے ہو۔ اسپر بابا جی نواب صاحب کے ساتھ مسجد میں چلے گئے اور ان کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ نواب صاحب اور قاضی صاحب نماز ادا کرتے رہے مگر بابا جی چپ چاپ پاس کھڑے رہے۔ جب نوابصاحب نے فارغ ہو کر اسکا سبب دریافت کیا۔ تو آپ نے کہا۔ اے نواب! تیرا دل تو نماز میں حاضر نہ تھا بلکہ

کابل میں گھوڑوں کی خریداری میں مصروف تھا۔ میں تمہارے ساتھ کس طرح شامل ہوتا۔ نواب نے اپنی کمزوری کا اقرار کیا۔ اور کہا۔ کہ آپ قاضی صاحب کے ساتھ شامل ہو جاتے۔ اسپر باباجی نے کہا۔ کہ ان کا قلب بھی حاضر نہ تھا۔ بلکہ ان کی توجہ گھوڑی کے بچہ کی طرف تھی۔ جسے وہ کھلا اور غیر محفوظ چھوڑ آئے تھے۔ ان کو یہ خیال دامنگیر تھا۔ کہ کہیں وہ بچہ کنوئیں میں نہ گر پڑے۔ قاضی جی یہ سنکر ششدر رہ گئے۔ اور اپنی کمزوری کو مان لیا۔ پھر باباجی نے کہا۔ کہ اصل نجات دینے والی وہ نماز ہے جو ہم پڑھتے ہیں تمکو بھی وہی پڑھنی چاہیئے۔ یعنی عاشقوں کی نماز چنانچہ مسلمانوں کے لئے حکم ہے۔ لَاصَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ یعنی نماز بغیر حضور قلب کی ہو نہیں سکتی۔ باباجی نے نواب صاحب کو یہ شبد بھی سنایا۔

پنج نمازاں پنج وقت پنجاں پنجے ناؤں   پہلا سچ حلال دوئی تیجی خیر خدا
چوتھی نیت راس من پنجویں صفت ثنا   کرنی کلمہ آکھ کے تاں مسلمان سدا
نانک جیتے کوڑیا کوڑے کوڑی پا

یعنی پانچ نمازوں کے پانچ وقت ہیں اور پانچ ہی اُن کے نام ہیں۔ اول سچ بولنا۔ دوم حلال کھانا۔ سوم خدا کے نام پر خیرات دینا چہارم نیت کو صاف رکھنا۔ پنجم خدا کی صفت و ثنا کرنا۔ نیک اعمال کا کلمہ پڑھ کر انسان مسلمان کہلا سکتا ہے۔ باقی سب جھوٹ ہے۔

باباجی نے اس شبد میں سچی اسلامی تعلیم کی تائید کی ہے۔ کہ نماز پانچ وقتہ کے ساتھ اعمال صالحہ اور نیک کام کرنے نہایت ضروری ہیں۔ باباجی کی نماز عاشقوں کی نماز ہے۔ جو ذکر و فکر الہٰی کے وقت دنیا و مافیہا سے بالکل بے خبر ہوتے ہیں۔ اور اللہ کے دھیان میں غرق رہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ نواب صاحب باباجی کا دل سے ارادتمند بن گیا اور خدا نے اسے اولاد بھی عطا کی جس کا وہ دل سے خواہشمند تھا

مُسلمان کی تعریف

بابا جی نے مسلمان کی تعریف اس طرح کی ہے :۔ مسلمان کہاؤن مشکل جاں ہوے تاں مسلمان کہاوے اول اول دین کر مٹھا مسلاناں مال مساوے ۔ ہوے مسلم دین مُہاتے مرن جیون کا بھرم چکاوے ۔ رب کی رضا منّے ۔ سرائیڈ کرنا منّے آپ گنواوے تو نانک سرب جیاں مہرمت ہوئت مسلمان کہاوے ۔

یعنی :۔ مسلمان کہلانا بہت مشکل ہے ۔ اگر مسلمان ہو۔ تو بیشک اپنے تئیں ایسا کہاوے ۔ یعنے اولیاء کے طریقہ کو اچھا سمجھے ۔ غرور کو چھوڑ دے ۔ اور خدا کے نام پر خیرات کرے ۔ اس طرح اپنے مذہب پر قایم ہو کر مرنے اور جینے کا شک مٹاوے خدا کی رضا پر شاکر رہ کر اپنی کاریگری اور تدبر و لیاقت کا خیال چھوڑ دے سب مخلوقات پر رحم کرے تب مسلمان کہاوے ۔

ہمارے خیال میں ہر فرد بشر ان اصولوں کا پابند بن کر روحانیت میں ترقی کر سکتا ہے اور ہندو مسلمان سکھ عیسائی رواداری سے کام لے کر ملک میں صلح اور امن کی سپرٹ پھیلا سکتے ہیں ۔

ظلم و ستم کرنا چھوڑ دو

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن
اجابت از درِ حق بہر استقبال می آید

بابا جی نے جو کھرا سودا کیا تھا ۔ اب خوب پھل لایا ۔ ان کی شہرت دن بدن بڑھتی گئی ۔ دور دور سے لوگ اُن کے درشن کرنے آتے اور مرید یا چیلے بن کر جاتے اس طرح ان کے مریدوں کا حلقہ وسیع ہونا شروع ہوا ۔ ہزارہا روپیہ نذر و نیاز میں

آنے لگا۔ نذرانوں میں اتنا زرومال آنا شروع ہوا کہ بیان سے باہر ہے۔ مگر آپ کی فیاضی اور خوئے غریب پروری آپ کے ساتھ تھی۔ جو کچھ آتا۔ غریبوں مسکینوں اور محتاجوں کی امداد میں خرچ ہوتا۔ حلوا اور منڈا پکوا کر تقسیم کرا دیتے۔ جو آتا خالی نہ جاتا تھا۔ ہزاروں آدمی آپ کا کلام سنکر معتقد ہو گئے۔ چنانچہ انہی ایام میں بھاگیرتھ بھگت ساکن سیہ تحصیل قصور ضلع لاہور جو دیوی پوجنے والوں کا گرو تھا۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ باباجی کا موثر کلام سنکر وہ خود بھی باباجی کا مرید بن گیا اور اس کے تمام چیلے بھی باباجی کے مرید یا سکھ بن گئے۔ اب باباجی کو ایک گرو یعنی مذہبی پیشوا کی حیثیت حاصل ہو گئی۔ ان کے پاس ہر وقت خلق خدا کا ہجوم لگا رہتا تھا۔ اس آمدورفت میں باباجی کی عبادت اور ذکر الٰہی میں ہرج واقع ہونے لگا۔ اس لئے آپ نے مردانہ کو ہمراہ لے کر سفر کرنے کا ارادہ کیا۔ مردانہ مطرب آپ کو رباب کے ساتھ بھجن گا کر خوش کیا کرتا تھا۔ درویشوں اور فقیروں پر ایک منزل سیر و سیاحت کی وارد ہوتی ہے۔ اس مقام میں پہنچکر فقیر اپنے وقت کے کامل درویشوں اور ولیوں کی زیارت کے لئے شہر بشہر پھرتے ہیں اور ان سے فیضان حاصل کرتے ہیں۔ باباجی بھی اس منزل پر پہنچکر درویشوں اور کامل فقیروں سے فیض حاصل کرنے کے لئے ادھر ادھر پھرنے لگے۔ چنانچہ سمہ ۱۵۵۶ بکرمی میں آپ سلطان پور سے چل کر بہت سے صاحب عبادت بزرگوں سے ملاقات کرتے ہوئے لاہور میں وارد ہوئے۔ کامل درویشوں میں فخر و غرور اور دوئی نام کو بھی نہیں ہوتی وہ پورے اخلاق اور عقیدت سے اولیاء اللہ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور فیضان حقیقت حاصل کرتے ہیں یہی انکسار ان کی روحانی ترقی اور امتیاز کا باعث بنجاتا ہے۔

لاہور میں ہندو مسلمان فقیروں سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ ہزاروں آدمی آپ کی ملاقات اور زیارت کو آتے۔ صوفیا اور درویشوں سے تصوف کے

مسائل پر گفتگو ہوتی. عوام الناس آپ کے وعظ و پند اور کلام شیریں سے محظوظ ہوتے اور خواص لوگ مذہبی اور صوفیانہ مسائل اور نکات کا حل کرتے۔ سکھوں کی کتابوں میں دو قابل ذکر آدمیوں کے نام درج ہیں جن سے باباجی کی ملاقات ہوئی۔ ایک سید احمد عرف پیر نقی جو بادشاہ سکندر لودھی کے مرشد تھے اور جن کا مزار موضع اوچ شریف ضلع ملتان میں ہے دوسرے میر سیّد ہی جو ۹۳۳ھ میں فوت ہوئے اور جن کا مدفن ابتک کنڈے کزوں میں موجود ہے۔

لاہور میں باباجی نے ہفتہ عشرہ قیام کیا۔ اس کے بعد آپ ایمن آباد (ضلع گوجرانوالہ) کو چلے گئے۔ یہ شہر فیروزشاہ بادشاہ کی دائی ایمنہ نے آباد کیا ہوا ہے وہاں شہر کے باہر ایک تالاب پر آپ نے ڈیرہ کیا (اسجگہ ابتک ایک گوردوارہ بنا ہوا ہے. جو روڑی صاحب کے نام سے مشہور ہے) یہاں پر بھائی لالو ناجی ایک نجار رہتا تھا۔ جو بڑا فقیر دوست اور صاحب عبادت تھا۔ گورو نانک جی کی آمد کی خبر سنکر وہ فوراً گوروجی کے پاس آیا۔ اور کمال عقیدت و ارادت سے خدمت میں مصروف ہوگیا۔

ایمن آباد کے سینکڑوں ہزاروں آدمی آپ کے پاس آتے مگر بھائی لالو پر آپ کی خاص نظر عنایت تھی۔ اس کے گھر کی روکھی سوکھی روٹی کھا کر آپ خوش ہوتے۔ دولتمند ہندوؤں اور کھتریوں کے گھر کے حلوے پوڑی اور کھیر کچوری کی طرف آپ دھیان بھی نہیں کرتے تھے۔ جسپر اُن لوگوں نے کئی بار اعتراض بھی کیا۔ مگر بے سود۔

ایک دن ملک بھاگو نے جو ایمن آباد کا مشہور رئیس تھا۔ اپنے بیٹے کی شادی کی دعوت میں آپ کو بلایا۔ مگر باباجی نے اس کے گھر کا کھانا کھانے سے انکار کردیا۔ ملک بھاگو اس انکار سے آگ بگولا ہوگیا۔ اس نے باباجی کو سرِ دربار بلاکر کہا۔ کہ

لالو جیسے رذیل آدمی کے گھر کا کھانا تو آپ خوشی سے کھائیں اور ہم کھتریوں کے گھر کا کھانا کھانے سے آپ انکار کر دیں۔ یہ اُلٹی منطق ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ کیا ایسے رذیل اور کمینے آدمی کا کھانا ہم کھتریوں کے کھانے سے بہتر ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تمہارا کھانا ظلم او ستم کی کمائی سے تیار ہوتا ہے اور لالو کے گھر کا کھانا حق حلال کی کمائی سے تیار ہوتا ہے۔ باباجی کا یہ جواب سُنکر بھاگو کی آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ اور اس نے غضب آلود ہو کر کہا۔ کہ اپنے دعوے کو ثابت کرو۔ چنانچہ باباجی نے ایک ہاتھ میں بھائی لالو کے گھر کی سوکھی روٹی اور دوسرے ہاتھ میں بھاگو کے گھر کی کڑاہ پوری لی پھر زور سے دونوں کو دبایا۔ لالو کی روٹی سے دودھ نکلا اور بھاگو جی کی پوریوں سے خون بہ نکلا۔ یہ دیکھ کر بھاگو شرمندہ ہونے کی بجائے غصّہ سے بھر گیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ تم جادوگر ہو۔

سچ ہے جو لوگ یتیموں کا مال ظلم سے کھاتے اور غریبوں پر جور وستم کر کے مال وزر جمع کرتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں دوزخ کی آگ بھرتے ہیں۔ اور اپنا گھر دوزخ میں بناتے ہیں۔

ملک بھاگو جیسے ظالم رئیسوں اور عمّال حکومت سے لوگ بہت دق تھے چنانچہ وہ اکٹھے ہو کر بھائی لالو جی کے ہمراہ باباجی کی خدمت حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ہم لوگ ظالم رؤسا اور حکّام کے ہاتھوں بہت تکلیف میں ہیں۔ آپ نے کہا:۔

"اے لالو! ظلم کی بنیاد کچی ہوتی ہے۔ تھوڑے عرصہ میں ان لوگوں کی بیخکنی ہو جائیگی ان ظالموں کو اپنے اعمال کی سزا ملیگی۔ جلدی یہ لوگ جور وستم کا خمیازہ اُٹھائینگے۔ اپنے کیفر کردار کو پہنچینگے۔ اور معہ زن وفرزند قتل ہونگے جس قدر زرومال انہوں نے ظلم سے جمع کیا ہے۔ سب برباد ہو جائیگا"

تب اِن لوگوں نے عرض کی۔ کہ یہ کب ہوگا۔ آپ نے جواب میں کہا:۔

آدن اٹھنتر چاون ستا نوے۔ کہتے ہیں کہ بابر بادشاہ نے ۹۷۵ھ ہجری میں امین آباد کو تہ و بالا کیا۔

سفر

تابخانہ گان خانہ در گروی ——
—— ہرگز اے خام آدمی نشوی

ترجمہ:۔ جبتک تو گھر کی چار دیواری میں محدود ہے۔ اے خام عقل ہرگز آدمی نہیں بنیگا۔

جو لوگ گھر سے باہر نہ گئے ہوں۔ وہ خام رائے اور ناتجربہ کار ہوتے ہیں۔ سفر انسان کو پختہ مغز۔ صائب الرائے۔ معقول پسند اور تجربہ کار بنا دیتا ہے۔ سفر کرنے سے انسان کے معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔ اُسے لائق اور صاحب کمال لوگوں کے دیکھنے کا موقع ملتا ہے۔ اور کامیابی حاصل کرنے کی شاہراہیں معلوم ہوتی ہیں۔ سفر میں تکلیفیں اور صعوبتیں بھی برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ لیکن ان پر غالب آنے اور مزید کامیابی حاصل کرنے کے طریقے بھی سفر میں ہی معلوم ہوتے ہیں۔ سفر میں انسان کو ہوشیار اور بیدار رہنا پڑتا ہے۔ چور اُچکے۔ رہزن۔ ڈاکو اور کیسہ بُر۔ ہر وقت مسافروں کی گھات میں رہتے ہیں۔ لیکن ہوشیار اور بیدار مغز انسان انکی تمام چالبازیوں ہتھکنڈوں اور مکاریوں سے واقف ہو کر ان کی گرفتاری اور بیخ کنی کا باعث بنجاتے ہیں۔ اور نہ صرف اپنے آپ کو ان کی دست بُرد سے محفوظ رکھتے ہیں بلکہ انہیں عبرت انگیز سزا دلا کر خلق اللہ کو بھی ان کی چیرہ دستی سے بچا لیتے ہیں۔ غرض سفر چھوٹوں کی تعلیم کا ذریعہ ہے۔ اور بڑوں کے تجربہ کو وسیع کرتا ہے۔ سفر میں مستعد رہنا چاہیئے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

بخط زر لکھا ہے بو علی نے ——— کہ سونے سے مسافر کو خطر ہے

غفلت مسافر کی خرابی کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ بیداری سے انسان مامون ومصئون رہتا ہے دنیوی زرومال بھی مسافر کے لئے خطرہ سے خالی نہیں۔ اس لئے جتنا بوجھ ہلکا ہو۔ اچھا ہے۔ بعینہ یہی حال انسانی روح کا ہے۔

زندگی ایک بڑا سفر ہے۔ اس میں زیادہ غفلت اور نیند روحانیت کو تباہ وبرباد کر دیتی ہے۔ کسی صوفی مزاج شاعر نے کیا ہی معنے خیز شعر کہا ہے ؎

جاگنا ہے تو جاگ لے افلاک کے سایہ تلے
حشر تک سوتا رہیگا خاک کے سایہ تلے

باباجی نے دنیا کا خوب سفر کیا۔ اور سفر میں ہندو مسلمان فقیروں سے ملاقی ہوئے یہ اُن سے فیض حاصل کرتے رہے۔ وہ ان سے برکت لیتے رہے۔ غرضیکہ فریقین خوب ایک دوسرے کا لطف صحبت اٹھاتے اور ایک دوسرے کے ساتھ کمال محبت اور پریم سے پیش آتے۔ باباجی اب سفر کی منزل میں تھے۔ ایمن آباد سے وہ موضع سیوکی ضلع سیالکوٹ میں پہنچے جس جگہ آپ نے قیام کیا وہاں ایک مکان ننکانہ نامی موجود ہے۔

سرکار انگریزی کی طرف سے اس مکان کے ساتھ کچھ زمین بطور معافی وجاگیر وقف ہے۔ باباجی اس علاقہ میں ایک مشہور فقیر شاہ حمزہ غوث نامی کی تلاش اور ملاقات کے لئے گئے تھے۔ سیوکی کے پاس ایک موضع بھاروپور اس وقت آباد تھا باباجی نے وہاں کے لوگوں سے حمزہ غوث صاحب کا پتہ دریافت کیا۔ تو وہاں کے لڑکوں نے باباجی سے مذاق کیا۔ بلکہ پتھر مارے۔ تب مردانہ نے کہا۔ کہ یہ گاؤں تو برباد ہونے کے لایق ہے۔ باباجی نے کہا۔ کہ ایسی بات منہ سے نکالنی نہیں چاہیئے مگر جو تیرے منہ سے نکلا ہے خدا اُسے پورا کریگا۔ کہتے ہیں کہ کچھ مدت بعد وہ گاؤں بالکل تباہ ہوگیا۔ اور اس کے کھنڈر اب تک وہاں موجود ہیں۔

بابا نانک جی شاہ حمزہ غوث صاحب سے ملنے کیلئے سیالکوٹ پہنچے اور شہر کے مشرقی جانب قبرستان کی جھاڑیوں میں شاہ جی کے مکان کے نزدیک ایک بیری کے درخت کے نیچے بیٹھے۔ اس کا نام ابتک "بابے دی بیر" مشہور ہے۔

سچ جھوٹ کا سودا

شاہ حمزہ غوث صاحب سے ملاقات

جینا جھوٹ ہے اور مرنا حق ہے

باباجی کو معلوم تھا کہ شاہ حمزہ غوث ایک خدارسیدہ بزرگ ہیں۔ چنانچہ آپ نے پہلے مردانہ کو ان کی خدمت میں بھیجا۔ پھر خود گئے جب ملاقات ہوئی تو باباجی نے کہا۔ کہ آپ اہل سیالکوٹ پر کیوں خفہ ہیں؟ ان کے حق میں بددعا نہ کریں۔ ایسا نہ ہو کہ ان پر کوئی عذاب آئے اور کوئی آفت نازل ہو۔ شاہ جی نے کہا۔ کہ اس نگری میں جھوٹ بہت ہے۔ اور سچ نام کو بھی نہیں رہا۔ باباجی نے ایک ٹکا دیکر بھائی مردانہ جی کو سچ جھوٹ کا سودا اخرید نے کے لئے بازار بھیجا۔ مردانہ جی تمام بازار میں پھرے مگر سچ جھوٹ کا سودا کہیں سے دستیاب نہ ہوا۔ بلکہ لوگ بھائی مردانہ پر مذاق اڑاتے۔ اور آوازے کستے۔ کہ یہ دیوانہ ہے۔ بالکل سے سمڑی ہے۔ آخر ایک نوجوان دکاندار نے بھائی مردانہ سے ٹکا لے لیا اور کاغذ کے ایک پرزہ پر لکھا۔ کہ "مرنا سچ ہے" اور دوسرے پر لکھا "جینا جھوٹ ہے" پھر دونوں پرزے مردانہ جی کے حوالے کئے۔ وہ انہیں لے کر گوروجی کے پاس گئے۔ باباجی اس جواب سے بہت محظوظ ہوئے۔ شاہ حمزہ غوث صاحب کے پیش کر کے کہا۔ کہ دیکھئے۔ اس شہر میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو مرنے کو حق اور جینے کو جھوٹ سمجھتے ہیں۔ آپ ان کے حق میں دعائے خیر کریں بددعا نہ کریں۔ چنانچہ شاہ جی نے باباجی کے کہنے پر ایسا ہی کیا۔ اور لوگوں سے عذاب ٹل گیا۔ اس کے بعد باباجی نے مولانا کھیڑی کو

جس نے "مرنا حق اور جینا جھوٹ" لکھا تھا۔ اپنے پاس بلایا اور ایسی نوازش کی کہ اُسے اپنے ساتھ لیگئے۔

سیالکوٹ سے آپ رائے بولار کے کہنے پر واپس تلونڈی آئے۔ مگر اب آپ منزل سیر و سیاحت میں تھے۔ تلونڈی میں آپ نے قیام نہیں کیا۔ بلکہ وہاں سے چھانگا مانگا کے جنگل میں جا نکلے وہاں کچھ دنوں تک چشم حق بین سے دست قدرت کی صنعت کاریوں کا ملاحظہ و نظارہ کرتے رہے اور پھر چونیاں کو روانہ ہو گئے۔ چونیاں میں ان دنوں شیخ داؤد کرامانی۔ اور سید حامد گنج بخش صاحب دو بڑے خدارسیدہ بزرگ اور ولی کامل تھے۔ ان کے مزار اب تک قصبہ چونیان میں موجود ہیں۔ باباجی ان بزرگوں کی خدمت میں گئے۔ باباجی نے ان بزرگوں کے دیدار سے اور ان بزرگوں نے باباجی کے درشن سے آنکھوں کو مسرور اور دل کو شادکام کیا۔ فقیر فقیروں سے محبت اور پیار سے ملاقات کرتے ہیں۔ ایکدوسرے سے معرفت اور حقیقت کی باتیں سیکھتے اور نکات عرفان حل کرتے ہیں۔ وہاں تکبر اور دوئی نام کو بھی نہیں ہوتی۔ ان بزرگوں کی زیارت کرکے باباجی لوہ کو چلے گئے۔ اور رسنگر ورہوتے ہوئے ہردوار (گنگاجی) جا پہنچے۔

کبیر جی سے ملاقات

باباجی جہاں جہاں گئے۔ ان کی نشانیاں موجود ہیں چنانچہ کنکھل میں گنگاجی کے کنارے پر ان کی یادگار میں ایک عالیشان مندر بنا ہوا ہے۔ گنگاجی سے ۱۵۵۵ء بکرمی میں آپ دہلی چلے گئے۔ اُن دنوں دہلی میں سکندر لودھی کی حکومت تھی۔ سکندر لودھی کا خیال تھا۔ کہ فقیروں اور سادھوؤں میں ہٹے کٹے موٹے تازے جرائم پیشہ لوگ مل جاتے ہیں۔ اور جامۂ پارسائی میں خلق اللہ کو لوٹتے اور

اُن کی بہو بیٹیوں کی آبروریزی کرتے ہیں۔ پس اس نے حکم دے رکھا تھا۔ کہ جو سادھو فقیر ہٹا کٹا بے کار پاؤ۔ اُسے قید کر دو۔ ان قیدیوں سے سو امن آٹا چکّی میں ہر روز پسوایا جاتا۔ بہت سے فقیر اس عذاب میں گرفتار تھے۔ جب باباجی وہاں گئے۔ تو اُن کو بھی زندان خانہ میں ڈال دیا گیا۔ اور باقی سادھوؤں کے ساتھ چکّی پیسنے کا حکم ملا۔ باباجی نے مردانہ کو کہا۔ کہ رباب بجاؤ اور خود بھجن گانے شروع کر دیئے مردانہ کے رباب بجانے اور باباجی کے گانے سے قید خانہ میں سنّاٹے کا عالم چھا گیا چکّیاں کیا حاضرین کو اپنے سر پاؤں تک کی سُدھ بُدھ نہ تھی۔ کہتے ہیں کہ سب چکّیاں خود بخود چل رہی تھیں۔ باباجی کی کرامت دیکھ کر سکندر لودھی اُنکی کرامت کا قائل ہو گیا۔ اور ان کے کہنے سے کل فقیر قیدیوں کو رہا کر دیا۔ باباجی نے کہا۔ کہ فقیروں کو دکھ مت دو۔ اُن کو تکلیف دینا خدا کو ناراض کرنا ہے ؎

ہر کہ را جامہ پارسا بینی ✢ پارسادان و نیک مرد انگار

ور ندانی کہ در نہانش چیست ✢ محتسب را درون خانہ چہ کار

جس کسیکو تو پرہیزگاری کا لباس پہنے ہوئے دیکھے۔ اُسے پرہیزگار جان اور نیک مرد خیال کر اور اگر تو نہیں جانتا۔ کہ اس کے اندر کیا ہے۔ تو خیال کر کہ کوتوال کو گھر کے اندر سے کیا کام۔

باباجی کے پند و وعظ سے شاہ معروف صاحب جیسے خدارسیدہ اور بزرگ کامل بھی ان کے دوست بن گئے۔ بادشاہ نے بھی چاہا کہ آپ دہلی میں رہیں۔ مگر آپ نے منظور نہ کیا۔ بلکہ علیگڈھ ہوتے ہوئے متھرا اور بندرابن چلے گئے۔ وہاں پنڈتوں اور برہمنوں سے مذہبی مباحثے اور مناظرے ہوتے رہے لیکن آپکے پُرتاثیر وعظ و نصیحت سے وہ لوگ اُن کی بزرگی کے قائل ہو گئے۔ پھر مندروں اور مشہور استھانوں کی سیر کرتے ہوئے آگرہ جا نکلے۔ آگرہ میں بھی مان تھان

گیروؔ کی دھرم سالا آپ کی یادگار میں اب تک موجود ہے۔ آگرہ سے روانہ ہو کر آپ اجودھیا۔ لکھنؤ۔ کانپور وغیرہ کی سیر کرتے ہوئے کاشی جی یعنے بنارس پہنچگئے۔ بنارس میں آپ نے مشرق کی طرف باغ میں ڈیرہ کیا۔ یہ باغ اب گوروکے باغ کے نام سے مشہور ہے۔ آپ وہاں بڑے بڑے مہاتماؤں اور پنڈتوں سے مذہبی گفتگو میں وقت گذارتے۔ یہاں پر آپ کبیرؔ و نامؔ دیو اور رؔوداس وغیرہ بھگتوں سے ملاقی ہوئے۔ اور کچھ مدت تک ان کی صحبت میں رہے۔

کبیر جی کے چیلے دھرم داس نے نانک پربودھ میں لکھا ہے کہ بابا نانک جی سے کبیر جی کی ملاقات بنارس میں ہوئی۔ اور یہ سچ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کیوں کہ سمت ۱۵۵۵ بکرمی میں باباجی بنارس گئے تھے۔ جبکہ کبیر جی بقید حیات تھے۔ اس کے ۱۴ برس بعد یعنی سمت ۱۵۷۸ بکرمی میں بھگت کبیر دنیا سے چل بسے۔

کبیر جی کی تعلیم او کلام کا باباجی پر خاص اثر ہوا جس کا ثبوت کچھہ اسبات سے مل سکتا ہے کہ باباجی کے کلام کے ساتھ گرنتھ صاحب میں بھگت کبیر جی کا کلام بھی بکثرت درج ہے۔ اور جیسا ہم اوپر بیان کر آئے ہیں گرنتھ صاحب تین بزرگوں یعنی بھگت کبیر جی۔ بابا فرید صاحب اور بابا نانک جی کے کلام سے بھرا پڑا ہے۔ یہ تینوں اعلیٰ پایہ کے صوفی منش بزرگ گذرے ہیں۔ ان بزرگوں کے علاوہ سکھوں کے بعض دوسرے گوروؤں کا کلام بھی گرنتھ صاحب میں درج ہے۔ خاص کر پانچویں گورو ارجن جی کا۔ مگر متذکرہ بالا بزرگوں کا کلام خاص طور پر ممیز ہے۔

بھگت کبیر جی ذات کے جولاہے اور موحد کامل تھے۔ آپ کے بھجن توحید اور وحدانیت کا آئینہ ہیں۔ آپ تمام عمر توحید کی تبلیغ و پرچار کرتے رہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ کبیر جی کی صحبت اور ملاقات نے باباجی کو پکا موحد بنادیا۔ اور اگرچہ وہ پہلے ہی سے خدائے وحدہ لاشریک کی پرستش کرتے اور اسی کی پرستش کا لوگوں کو

حکم ہوتے تھے۔ مگر کبیر جی کی صحبت اُن کے حق میں سونے پر سہاگہ کا کام دیگئی۔

زندگی ایک قیمتی لعل ہے

اسے ضایع مت کرو

بنارس سے باباجی شہر گنگا کے کنارے کنارے بکسر اور چھپرا ہوتے ہوئے پٹنہ میں پہنچے۔ یہ شہر راجہ ہنس پال نے راجہ بکرماجیت سے ایکہزار برس پیشتر پاٹلی دیوی کے نام پر آباد کیا تھا۔ حسب معمول یہاں پر بھی۔ سادھو۔ فقیر۔ پنڈت اور دنیادار ہر قسم کے لوگ آپ کے پاس آتے اور آپ کا درشن کرکے خوش ہوتے۔ آپ نے اپنے وعظ و پند سے لوگوں کے دلوں کو مسخر کر لیا۔ ایک روز کا ذکر ہے۔ کہ جب آپ ایک بڑے مجمع کو اُپدیش دے رہے تھے۔ تو بھائی مردانہ نے سوال کیا گورو جی! جب آپ فرماتے ہیں۔ کہ خداوند کریم اپنے پیارے بھگتوں کو بہت پیار کرتا ہے۔ تو بتایئے کہ یہ لوگ ایسا کیوں نہیں کرتے۔ نیز انسانی زندگی ایک لعل بے بہا ہے۔ پھر لوگ اس کی قدر کیوں نہیں کرتے۔ اس وقت باباجی نے کسی مصلحت کیوجہ سے مردانہ کے سوال کا جواب نہ دیا۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد مردانہ نے عرض کی کہ گورو جی! میں بھوکا ہوں۔ آپ نے ایک لعل بے بہا اس کے حوالے کیا۔ اور فرمایا کہ اسے بازار میں فروخت کرکے جو چاہو کھاؤ۔ مردانہ اس لعل کو لے کر تمام بازار میں پھرا کوئی شخص اسکی قیمت نہ دیکا مثل ہے ع

قدر زر زرگر شناسد قدر جوہر جوہری

انجان لوگ اس کی قیمت کیا جانتے تھے۔ کوئی اُسے کہتا۔ کہ سبزی لے لو۔ کوئی کہتا آٹا دال لے لو۔ آخر وہ لعل لے کر تالث رائے جوہری کے پاس پہنچا۔ جوہری مذکور نے لعل کو دیکھ کر مبلغ ایکصد روپیہ مردانہ کی نذر کیا۔ اور لعل بھی واپس کر دیا

نیز کہا کہ اس لعل بے بہا کی قیمت ادا کرنا میری طاقت سے باہر ہے اسکی قیمت کا اندازہ لگانا بھی محال ہے ۔مردانہ سو روپیہ اور وہ لعل لے کر باباجی کے پاس واپس آیا۔ اور جو کچھ گذرا تھا۔ بلاکم وکاست کہہ سنایا۔ باباجی نے کہا۔کہ اے مردانہ تیرے سوال کا جواب مل گیا جس طرح اس موتی کی شناخت والے دنیا میں بہت کم ہیں اور اس کی قیمت کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ اسی طرح عارفان حق اور اہل اللہ کی تعداد بھی کم ہے اور اُن کے پہچاننے والوں کی تعداد بھی قلیل ہی ہوتی ہے۔ یاد رکھو کہ انسانی حیات ایک گوہر بے بہا ہے۔ اسکو ضایع کرنا مورکھوں اور نادانوں کا کام ہے انسان دنیا میں نیکی کے لئے پیدا ہوا ہے۔ عبادت کے لئے بھیجا گیا ہے وہ لہو ولعب میں زندگی کاٹنے کے لئے نہیں بھیجا گیا ہے۔ اسے چاہیئے۔ کہ اس زندگی سے فایدہ اٹھائے اور آخرت کا توشہ بہم پہنچائے۔ جو لوگ عارف اور حق شناس لوگوں کی صحبت میں بیٹھتے ہیں اُن کو زندگی کی قدر و قیمت معلوم ہو جاتی ہے۔ سچ ہے ؎

صحبتِ صالح ترا صالح کند
صحبت طالح ترا طالح کند

ترجمہ: "نیکوں کی صحبت تجھے نیک بنا دیتی ہے۔ اور بُروں کی صحبت تجھے بُرا بنا دیتی ہے" اے مردانہ! اب تو یہ روپیہ ثالث رائے کو واپس کر دے کیونکہ بغیر لعل دینے کے روپیہ لینے کا تمہیں کوئی حق نہیں۔ باباجی کے کہنے پر مردانہ واپس گیا۔ اور اس نے روپیہ ثالث رائے کو دینا چاہا۔ مگر اُس نے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ یہ روپیہ ایسے بیش بہا موتی کا نذرانہ ہے۔ جو شخص اسے دیکھے۔ اُسے چاہیئے۔ کہ یکصد روپیہ بطور تحفہ و نذرانہ رونمائی ادا کرے۔ غرض بہت ردّ و کدّ اور بحث و تمحیص کے بعد ثالث رائے بمعہ اپنے خداپرست خدمتگار رادھے کے گورو نانک جی کی خدمت میں حاضر ہوا اور ارادتمندوں کی سلک میں منسلک ہو کر آپ کا مرید بن گیا۔ آپ اُسے

دھرم سال میں بٹھاکر راجگری و بہار کی سیر کرتے ہوئے گیاجی کو چلے گئے۔

گیاجی کی سیر

راجگری و بہار سے آپ گیاجی میں اسجگہ پہنچے۔ جہاں ہندو لوگ پنڈدان کراتے ہیں یہاں پر پنڈتوں اور برہمنوں نے پنڈدان کرنے کے لئے بہت اصرار کیا۔ مگر آپ نے بالکل انکار کر دیا۔ اور کہا۔ کہ جو لوگ اپنے مردہ بزرگوں کو فایدہ پہنچانے کے لئے پنڈدان کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ پنڈدان جو دیتے ہیں وہ برہمن کھا جاتے ہیں۔ چراغ یہیں جل کر گل ہو جاتے ہیں۔ اُن کی روشنی وہاں نہیں پہنچ سکتی جو لوگ عاقبت کا فایدہ چاہتے ہیں۔ انہیں چاہیئے کہ عبادت کا چراغ روشن کریں اور شوق و محبت الٰہی کا دیا جلاویں۔ نیک عمل اختیار کریں۔ کیونکہ اعمال صالح عاقبت کی پونجی اور سرمایہ ہیں عبادت کا چراغ گمراہوں کو راہ حق دکھاتا ہے اس پر ہوا اور آندھی کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔

وہاں سے آپ بدھ گیا کو جہاں بدھ کا بت بنا ہوا ہے تشریف لے گئے۔ کہتے ہیں کہ یہاں کا دیوگر گوسائیں جو ایک بڑا جاگیردار اور صاحب کرامت سرکار مشہور تھا۔ آپ کا کلام سنکر آپ کا معتقد اور مطیع فرمان ہوگیا۔ جب بدھ گیا میں پہنچے۔ تو بدھ اوتار کا درشن پشت کی طرف سے کرتے ہوئے مردانہ نے پوچھا کہ کیا منہ کے بجائے پشت کا درشن کیوں کیا جاتا ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ ایک دفعہ کسی پولٹیکل مصلحت کی بنا پر بدھ نے کہا تھا۔ کہ خدا کوئی نہیں ہے۔ بہت لوگ اس کے پیرو ہو گئے۔ شاید اس نے عقیدے کی وجہ سے۔ مگر بعد میں اس نے کہا۔ کہ جس منہ سے میں نے یہ برے اور کفر کے کلمات نکالے ہیں۔ وہ دیکھنے کے لایق نہیں۔ جو کوئی میرے منہ کو دیکھیگا۔ گنہگار ہوگا میں تمکو بتلانا چاہتا ہوں کہ خدا زندہ اور قایم ہمیشہ سے موجود ہے۔ اور ہمیشہ موجود رہیگا۔ اس کی ہستی سے انکار کرنا انسان کو کفر اور ضلالت میں غرق کرتا ہے۔ اس کا اقرار

ایمان کا نشان ہے۔ اس کی عبادت اور پرستش روح کی تازگی اور ترقی کا ذریعہ ہے
پس خدائے وحدہ لاشریک پر ایمان رکھو۔ اور اسکے سوا کسیکو لایق عبادت نہ جانو۔

بنگالن ساحرہ

گیا جی سے باباجی بیج ناتھ گئے اور منگیر۔ بھاگل پور۔ صاحب گنج۔ راج محل وغیرہ مقامات کی سیر کرتے ہوئے مالدیو پہنچے۔ یہاں کے آم بہت مشہور ہیں۔ کہتے ہیں کہ جس باغ میں باباجی نے ڈیرہ کیا تھا وہ اب گورو کا باغ کہلاتا ہے۔ اور وہاں کے آم خاص طور پر شیریں ہوتے ہیں۔ مالدیو سے آپ مرشد آباد بردوان ہگلی۔ کرشن نگر۔ شہزادپور شیرازگنج ہوتے ہوئے ڈھاکہ جا پہنچے۔ وہاں آپ ہندو مسلمان فقرا سے ملے۔ جن میں ریودا س۔ نرائن داس بے راگی بیتھال ناتھ۔ وچندر ناتھ جوگی اور شیخ احمد۔ غلام اللہ۔ اور مولانا خان محمد صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ بنگال کا جادو مشہور رہے۔ اب تک بنگالی سحر کے قصے زبان زد خلایق ہیں۔ چنانچہ فصیح الملک استاد زبان داغ دہلوی مرحوم نے بھی اپنے کلام میں ایک جگہ کہا ہے ؎

تم نے جادوگر اُسے کیوں کہہ دیا
دہلوی ہے داغ بنگالی نہیں

بنگالی ساحر جو اپنے فن میں ید طولی رکھتے تھے آپ کے پاس آئے اور اپنا کمال دکھایا مگر باباجی اللہ کا نام لینے اور خدا کا ذکر کرنے والے تھے۔ اللہ کا ذکر کرنے والے پر جادوگر غالب نہیں آسکتا۔ بلکہ اللہ کے بندے ہمیشہ جادوگروں پر غالب رہتے ہیں۔ چنانچہ جادوگر اور ساحروں نے باباجی کی افضلیت کو تسلیم کیا اور جادو ساحری چھوڑ کر راہ حق کی طرف آگئے۔ یہاں باباجی نے تین دن مقام کیا۔ پھر اس جگہ سے تین کوس کے فاصلہ پر جاکر مقام کیا۔ یہ مقام اب برچھا صاحب کے نام سے مشہور ہے

جس کی وجہ تسمیہ یہ ہے۔ کہ ساحرہ عورتوں کی سرغنہ مسماۃ نورشان اتفاقاً بھائی مردانہ پر عاشق ہو گئی۔ اور اسے اپنے جادو کے زور سے قید کر لیا۔ باباجی اس حال سے واقف ہو کر اس عورت کے مکان پر گئے اور مردانہ کو رہا کرا لیا۔ پھر ان ساحرہ عورتوں کو نصیحت کی۔ کہ جادوگری سے باز آئیں اور ایسی ناشایستہ حرکات چھوڑ دیں۔ نیز یہ شبد سنایا سہ

گلیں اسیں چنگیریاں آچاریں بریاں
ایسا کرن نناڑیاں جو سیون در کھڑیاں

مطلب :۔ یہ زبان کی اچھی ہیں۔ گو اعمال ان کے برے ہیں۔ مگر برابری ان کی کرنا چاہتی ہیں جو مالک کے دروازہ پر کھڑی اس کا نام جپ رہی ہیں +

باباجی کے کلام سے متاثر ہو کر وہ عورت اپنی فسوں گری اور بداعمالی سے تائب ہوئی اور اپنا تمام مال و زر راہ مولا میں لٹا کر گوشہ نشین بن گئی۔

کہتے ہیں۔ کہ اس جگہ کا پانی بالکل کھاری تھا۔ اس لئے یہاں کے لوگوں کی التجا پر باباجی نے اپنے برچھے سے زمین کھود دی۔ قدرت الٰہی سے وہاں شیریں پانی کا چشمہ نکل آیا جو اب تک موجود ہے۔ یہ برچھا بھی اسی عورت کو دے آئے اور وہ مقام برچھا صاحب کے نام سے مشہور ہو گیا۔

ہندوؤں کی پوتھیوں میں اس ملک کا نام کامروپ درج ہے اور لکھا ہے کہ یہاں کی عورتوں نے گورکھ ناتھ کے چیلوں کو بیل بنا دیا اور مردانہ کو مینڈھا بنا دیا۔ مطلب یہ ہے کہ ان کو بیوقوف بنا کر اپنے دام میں پھنسا لیا اور اپنی زبان کی چاپلوسی اور فراست سے اُن پر ایسے ڈورے ڈالے کہ وہ ان کے اشاروں پر ناچنے اور چلنے لگے۔ پھر باباجی نے اپنے کلام سے اُن عورتوں پر فتح پائی۔ اور مردانہ کو ان کے پنجہ سے نجات دلائی۔

کہتے ہیں کہ اس ملک کی عورتیں بہت خوبصورت ہوتی ہیں اور مرد دایم المریض۔ بدشکل اور کمزور ہوتے ہیں۔ اسی لئے وہاں کی عورتیں غیر ملک کے مردوں کو بہت چاہتی

اور پسند کرتی ہیں۔ اور اُن کی ایسی خدمت کرتی ہیں کہ وہ اُن کا مطیع ہو جاتا ہے۔
یہی خدمت اور شیریں کلامی اُن کا جادو ہے۔ مرد بے طرح پھنسا دیتا ہے۔

بُت پرستی نہ کرو

یہاں سے باباجی کوروکم الکھیا دیوی کے مندر پر گئے وہاں کے لوگوں نے آپکی تعلیم سے اثر پذیر ہو کر بُت پرستی اور دیوی کی پوجا کرنی چھوڑ دی وہاں سے پتھر اپہاڑی شہر اگر تلا۔ لکھی پور۔ چاند پور ہوتے ہوئے دریائے پدما سے پار اُتر گئے۔ اور شہر فرید پور کیشب پور۔ باردست۔ دمدم وغیرہ چوبیس پرگنوں کی سیر کرتے ہوئے کلکتہ پہنچ گئے کلکتہ اس وقت ایک چھوٹا سا گاؤں تھا اور اس کا نام کلی کٹ تھا۔ کلی کٹ کی سیر کرکے آپ دریائے ہوگلی سے پار اُتر گئے۔ اور ہوڑہ و شیرام پور کی سیر کی۔ پھر دریا کو عبور کرکے میدنی پور جا پہنچے۔ پھر دریائے کاسٹی کو عبور کر کے ڈھل بوم گئے۔ وہاں سے دریائے پیپرنی برہمنی اور مہاندی سے پار اتر کر شہر کٹک میں جا داخل ہوئے بسمت ۱۸۶۲ میں سکھی گوپال کا درشن کرتے ہوئے جگناتھ پوری میں رونق افروز ہوئے اور سنگر پور کے سامنے بیٹھ کر ان کی زبان میں بھجن گانا شروع کر دیا۔ جگناتھ پوری ہندوؤں کا بڑا مشہور مندر ہے اور ہزاروں لاکھوں ہندو وہاں جاترا کے لئے جاتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ جگناتھ سوامی کی آرتی (پوجا) اتارتے وقت باباجی پنڈتوں کے ساتھ شامل نہیں ہوئے۔ اسپر وہاں کے لوگوں نے اعتراض کیا۔ اور پوچھا کہ تم آرتی میں کیوں شامل نہیں ہوئے۔ تب باباجی نے کہا کہ تمہاری آرتی جھوٹی ہے۔ اور دراصل بُت پرستی ہے یہ چراغ جو تم جلاتے ہو۔ ہوا کے خفیف جھونکوں سے بجھ جائینگے۔ اس وقت آپ نے جو شبد آرتی کے متعلق زبان سے فرمایا۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ دھوپ وغیرہ دکھانے سے اُس سچے پرماتما (یعنی خداوند کریم) کی آرتی نہیں ہوتی۔ اس کی تسبیح میں ہیں آسمان

رطب اللسان ہیں۔ یہ آسمان اسکی آرتی کے لئے طشت بن گیا ہے جس میں چاند اور سورج روشنی کے چراغ ہیں۔ ستارے اس میں پھول اور موتی کا کام دے رہے ہیں ہوا چوری کرتی ہے صندل کے جنگل اور پہاڑ کی خوشبو کا دھوپ دھک رہا ہے اور چرند۔ پرند۔ حیوان او حانیان غرضیکہ تمام جہان کی آوازیں سنکھ اور گھڑیال کا کام دیتی ہیں۔ تمام کائنات اس خالق بے ہمتا کی تسبیح میں مصروف ہے۔ اس خدائے بے ہمتا کی پرستش اور آرتی خود بخود ہو رہی ہے انسان کیا چیز ہے جو اس کے کرم و احسان کا ایک شمہ بھی ادا کر سکے۔ اس کا شکر ادا کرنا انسانی طاقت سے باہر ہے۔ اس کی قدرت کا ظہور دیکھ کر ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے ؎

شکر خدائے راکہ تواند شمار کرد

یا کیست آنکہ شکر یکے از ہزار کرد

یہ کائنات اور جہان سب تیری قدرت کا ظہور ہے۔ یہ سب تیرا ہی جلوہ ہے اور پھر تو سب سے علٰحدہ ہے۔ ہم ان بتوں کی آرتی اور پوجا کیا کریں۔ جو خود انسان کے ہاتھ کے بنائے ہوئے ہیں۔ ہم تو تیری قدرت کو دیکھ کر حیران ہیں ؎

بچشمانِ دل مبیں جز دوست

ہرچہ بینی بداں کہ مظہر اوست

دل کی آنکھوں میں سوائے دوست کے کسی کو مت دیکھ۔ جو کچھ تو دیکھتا ہے جان لے کہ اُسی کا ظہور ہے چشم حق بین کے لئے خدا کی قدرت پتّے پتّے سے ظاہر ہے اور ایک ایک پھول اس کی قدرت کاملہ کا دفتر ہے۔ شیخ سعدی صاحب کیا خوب لکھ گئے ہیں۔ ؎ برگ درختان سبز در نظر ہوشیار

ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

ہوشیار آدمی کی نظر میں سبز درختوں کے پتّے اللہ کی معرفت کے دفتر بنے ہیں۔

باباجی کی زبان سے یہ کلمۂ حق سنکر لوگ بہت خوش ہوئے وہاں سے اٹھ کر آپ دریائے شور کے کنارے جا بیٹھے۔ جہاں باول صاحب کے نام سے ایک مکان اور ایک کنواں ان کی یادگار میں بنا ہوا ہے۔ وہاں اس کنویں کے سوا میٹھے پانی کا کنواں نہیں ملتا۔

ہم کو وہ جگہ درکار نہیں جس میں تو نہیں

جگن ناتھ پوری کا پانڈہ کلجگ نامی آپ کا کلام سنکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ آپ یہاں تشریف رکھیں۔ مکان سامان۔ نوکر چاکر۔ لونڈی غلام جو آپ کو درکار ہو ہم مہیا کرنے کو تیار ہیں۔ باباجی نے اس کے جواب میں ایک شبد کہا۔ جس کا یہ مطلب ہے:۔

اگر تم طلائی مکانات مہیا کرو۔ جو جواہرات سے مرصع ہوں۔ اور جو مشک اور زعفران کی خوشبو سے بھرے ہوئے ہوں۔ فرش فروش اور جھاڑ فانوس سے آراستہ ہوں اور جن میں مرصع اور جڑاؤ پلنگ بچھے ہوئے ہوں اور آرام و آسائش۔ تفریح و مسرت کیلئے حوریں اور پریاں موجود ہوں اور تمام ملک پر ہماری حکومت ہو تو بھی یہ تمام ساز و سامان۔ جاہ و حشم اور شان و شوکت بدون اللہ کی عبادت کے ہمارے کسی کام نہیں۔ نہ انہیں دیکھ کر ہم خوش ہو سکتے ہیں کیونکہ یہ سامان خدا تعالیٰ کی یاد سے بھلا دینے والے ہیں۔ کلجگ پانڈ آپ کا مبارک کلام سنکر قدمبوس ہوا۔ اس کی اولاد اب تک کلجگ کے نام سے مشہور ہوئے۔

خدا کے سوا کسی کی پوجا نہ کرو

جگناتھ جی سے باباجی روانہ ہو کر جھیل چلکا کے کنارے سیر کرتے ہوئے جوز دہ

وورانا پور وغیرہ شہروں میں پہنچے اور سنارن گڑھ کے قریب دریائے مہاندی کو عبور کرکے سہاگ پور میں داخل ہوئے وہاں کے لوگ سیندھ پور بوکی مورتی کو پرمیشور (خدا) سمجھ کر پوجتے تھے باباجی نے انکو سچے خدا کی پرستش کی تلقین کی۔ وہ قایل ہوئے۔ اور باباجی وہاں سے کوہ کنٹک کو چلے گئے جو بندھیاچل پہاڑ کی ایک شاخ ہے۔ اس پہاڑ میں بہت سے تارک الدنیا سادھو پانی اور دریاؤں کی پوجا کرتے تھے۔ باباجی کا ان آب پرست سادھوؤں سے بہت مباحثہ ہوا۔ اور بحث و مباحثہ کے بعد آخر یہ لوگ خدائے وحدہ لاشریک کی وحدانیت کے قایل ہوئے اور اپنے عقیدے سے تائب ہوکر ایک خدا کی پرستش کرنے لگے۔

باباجی نے بھائی مردانہ کی معیت میں بندھیاچل کی خوب سیر کی۔ اثنا سفر میں بھیل وکرات جیسی جنگلی و وحشی اقوام کے راجا کوڈا کے پاس پہنچے۔ یہ راجہ آدم خور بھی تھا۔ باباجی نے اُسے بھی نیکی کی تلقین کی اور مردانہ کو اس کے پنجہ سے چھڑایا۔ جنگلوں اور پہاڑوں میں پھرتے اور دشت و جبل کی خاک چھانتے بھائی مردانہ بہت تنگ آ گیا۔ ایک دن اس نے گھبرا کر کہا۔ کہ گوروجی! آپ مجھے کہاں لے آئے۔ ان پہاڑوں اور جنگلوں میں سوائے شیر اور ہاتھی جیسے خونخوار جانوروں کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ ہر وقت جان خوفزدہ رہتی ہے۔ ہم جان ہتھیلی پر لئے اِن وحشی جانوروں میں وحشیانہ طور پر پھر رہے ہیں بھوک پیاس الگ ستاتی ہے۔ پتھر اور کانٹے ہمارا بستر ہے۔ میں فقیر تھوڑا ہی ہوں جو دیوانہ وار جنگلوں کی خاک چھانتا پھروں۔ بے شک فقیروں کے لئے جنگل میں منگل ہے۔ مگر میں دنیا دار ہوں میرا آپ کا ساتھ بیل اور اونٹ کا ساتھ ہے۔ وہ چلے دن وہ چلے رات۔ اگر مجھے آپ کے سفر کی خبر ہوتی۔ تو میں گھر سے باہر قدم نہ رکھتا۔

باباجی نے کہا۔ بھائی مردانہ۔ اگر بھوک نے تمکو ستایا ہے تو آک کے پھل (حنظل) پیٹ بھر کر کھاؤ۔ مگر جمع نہ کرنا۔ پہلے تو مردانہ نے خیال کیا۔ کہ باباجی ہنسی کرتے ہیں۔ یہ زہر سے زیادہ کڑوا پھل کھا کر میں نے اگر کل مرنا ہے۔ تو آج ہی مرونگا۔ مگر باباجی کے اصرار سے

اور دوبارہ کہنے سے اس نے وہ پھل توڑ کر کھائے۔ تو انہیں نہایت شیریں پایا۔ اس لئے کچھ پھل توڑ کر اپنے ساتھ لیئے۔ جب دوسرے دن کھانے لگا تو زہر سے کڑوے تھے۔ پھر وہاں سے دکن و پورب کی سیر کرتے ہوئے نربدا ندی کے کنارے پہنچکر شہر جبل پور پہنچے اور پھلو فقیر جنگم سے جو ایک صاحب کرامات فقیر تھے ملاقات کی۔ پھر جنر جٹ و جھیڑ کی سیر کرتے ہوئے ٹیکری پہنچے۔ جنگم فقیر صاحب کی درگاہ اب تک جھیڑ میں موجود ہے۔ ٹیکری یعنی پہاڑی ونانری کی زیارت کرکے آپ فرید واڑہ میں پہنچے۔ جہاں بابا فرید شکر گنج کا وہ کنواں ہے جہاں آپ پاؤں میں سنگل ڈال کر الٹے لٹک کر ریاضت اور زہد کیا کرتے تھے۔ بابا فرید صاحب کے پاؤں کی تلیاں لٹکنے کے وقت اوپر کو ہوتی تھیں ان کی تلیوں کا گوشت و پوست چیل اور کوّے کھاتے تھے۔ اور بابا صاحب فرید شکر گنج فرمایا کرتے تھے

کاگا سب تن کھائیو چن چن کھائیو ماس
دو نیناں مت کھائیو پیا دیکھن کی آس

اے چیلو۔ اور کوّو! تمام بدن مال گوشت اور پوست نوچ کر کھا جاؤ۔ مگر دو آنکھیں مت کھانا ان کو چھوڑ دینا۔ تاکہ یار کے دیدار کی آس و امید باقی رہے۔

یہاں پر بابا فرید شکر گنج صاحب کا میلہ ہر جیٹھ کو بڑی دھوم دھام سے ہوتا ہے فرید واڑہ سے آپ تال بھوپال۔ محل سرد۔ کوہ ساگرہ و شہر چندیری ہوتے ہوئے دریائے سندھ سے اتر کر جھالرا پٹن پہنچے۔ پھر وہاں سے براستہ جھانسی و گوالیار دریائے چنبل کو عبور کرکے دھولپور۔ بھرت پور۔ ریواڑی۔ گوڑ گانوہ جھجر۔ دوجانہ۔ کرولی سے ہوتے ہوئے شہر کرنال پہنچے۔ یہاں پر شیخ شمس الدین صاحب مرید شیخ شرف دین صاحب۔ جلال الدین صاحب تھانیسری اور شاہ ابو چشتی صاحب صابری سے آپ کی ملاقات ہوئی۔

گوشت خوری

یہاں سے باباجی سورج گرہن کے موقعہ پر تھانیسر گئے۔ عین میلہ کے موقع پر ایک راجہ کے

بیٹے نے ایک ہرن شکار کرکے باباجی کی نذر کیا۔ اور کہا کہ میں اور میرا باپ دونوں بھوکے ہیں۔ اس کے پکانے کا حکم دیجئے۔ جب پک جائے تو آپ بھی ہمارے ساتھ تناول فرمائیں چنانچہ حسب الحکم گورو صاحب ہرن کا گوشت ہانڈی میں پکنے لگا۔ اسپر بہت سے اہل ہنود نے اعتراض کیا۔ کہ یہ ہمارے مذہب کے برخلاف ہے۔ اور پھر سورج گرہن کے موقع پر۔ مگر باباجی نے معرفت کے شبدوں سے اُن سبکو لاجواب کر دیا۔ جن کا مطلب یہ تھا۔ کہ تمام جانور ماس یعنے گوشت سے پیدا ہوئے ہیں۔ گوشت ہی سے پرورش پاتے ہیں۔ ان کا جسم بھی گوشت ہی کا ہے۔ عورت جو گھر میں لاتے ہیں وہ بھی گوشت سے ہی بنی ہے۔ سب عیال و اطفال بھی گوشت سے ہی بنتے ہیں۔ انسان گوشت کے پستان منہ میں لیتا ہے اور شب و روز اُن کو چوستا رہتا ہے۔ کیا گھر کا ماس اچھا ہے اور شکار کا ماس بُرا ہے سورج گرہن آکاس میں لگتا ہے۔ ہمارا کوئی نفع و نقصان اس کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا۔ یہ محض طامع اور حریص لوگوں کے من گھڑت قصے اور مسئلے ہیں جو انہوں نے اپنی جیبیں بھرنے کے لئے اختراع کر رکھے ہیں۔

غرض باباجی نے ان معترضین کو ایسے دندان شکن جوابات دیئے۔ کہ ان کا ناطقہ بند کر دیا۔ سچ ہے۔ سید الطعام لحم یعنی کھانوں کا سردار گوشت ہے۔

تھانیسر سے آپ قصبہ پہویہ و موضع گرہ و شہر سمانہ ہوتے ہوئے موضع منگوال میں پہنچے۔ جو اب ریاست سنگرور میں واقع ہے۔ اس جگہ بھی ایک مکان ننکانہ صاحب نامی ہے۔ ریاست سنگرور کی طرف سے اس جگہ ایک عالیشان عمارت تیار کرائی گئی ہے۔ اور بطور یادگار بابا نانک جی تاحال موجود ہے۔ وہاں سے مالیر کوٹلہ جگراؤں کے راستہ پتن ہری پر دریائے ستلج کو عبور کرکے اپنی ہمشیرہ نانکی جی کے یاد کرنے پر اُن کے وطن سلطان پور میں پہنچ گئے۔ اور تمام سفر کا حال اُن سے بیان کیا۔

دوسرا سفر
باباجی کی چلہ کشی

سلطان پور میں چند روزہ قیام کرنے کے بعد آپ بھائی بالا اور مرداندکو ہمراہ لے کر دکن کی سیاحت کو نکلے۔ پہلے قصبہ پٹی کے راستہ قصور پہنچے۔ وہاں شیخ عبدالقدوس صاحب اور شیخ محمد صادق صاحب سے ملاقات کی جو اس وقت کے مشہور اولیا تھے ان کے ساتھ دیر تک معرفت الٰہی کی باتیں ہوتی رہیں۔ وہاں سے موضع کنگن پور علاقہ چونیاں سے پیر دبھگت کو ہمراہ لے کر موضع بھیلہ میں سید شمس الدین صاحب ساون زمیندار سے (شاہ صاحب موصوف کا مرید) ملے۔ الغرض چونیاں کے پیر صاحب سے ملتے ہوئے فیروزپور۔ مکتسر۔ بڈھہ تیرتھ وغیرہ مقامات کی سیر کرتے ہوئے سرسہ پہنچے اور خواجہ صاحب کے مزار پر پورے اخلاص اور محبت سے گئے۔

کہتے ہیں کہ وہاں خواجہ صاحب کے مزار پر آپ چلہ میں بیٹھے رہے۔ خواجہ صاحب کے مزار پر چاروں کونوں پر چار کوٹھڑیاں ہیں۔ جن میں بابا نانک جی نے اور شیخ فرید صاحب نے بھی بعد اور دو درویشوں کے چلہ کاٹا تھا۔

یہاں اس بحث کو چھیڑنے کی ضرورت نہیں۔ کہ آیا بابا نانک جی اور فرید صاحب ایک ہی وقت میں ہوئے ہیں یا نہیں لیکن اس میں کلام نہیں کہ باباجی کو فرید صاحب سے خاص اخلاص اُنس اور محبت ہے جس کی گواہی اور شہادت کے لئے گرنتھ صاحب موجود ہے بزرگان دین اور صوفیائے کرام اکثر اولیائے عظام کے مزاروں پر چلے کاٹتے رہے۔ چنانچہ لاہور میں داتا گنج بخش صاحب کے مزار کے ساتھ خواجہ معین الدین صاحب ولی الہند کا حجرہ اب تک موجود ہے۔ جس میں

آپ نے چلہ کاٹا پھر وہاں بابا فرید صاحب نے بھی چلہ کاٹا۔ ممکن ہے۔ کہ سرسہ میں پہلے شیخ فرید صاحب نے چلہ کاٹا ہو اور بابا نانک جی جب وہاں پہنچے ہوں۔ تو اس محبت اور اخلاص باطنی نے جو آپ کو فرید صاحب کی ذات سے تھا بزور تقاضا کیا ہو کہ آپ بھی یہاں چلہ بیٹھیں۔ چنانچہ آپ نے وہاں چلہ کشی کی۔ سرسہ سے آپ بیکانیر چلے گئے۔ اور جین دھرم کے پوجوں اور سادھوؤں سے بہت طویل مباحثہ کیا۔ یہ لوگ منہ پر کپڑا باندھ کر پھرتے ہیں۔ پابرہنہ رہتے ہیں اور اپنے تمام سر کے بال نوچ ڈالتے ہیں۔ جوں تک نہیں مارتے۔ باباجی نے کہا۔ کہ یہ کوئی عبادت نہیں۔

منہ پر کپڑا باندھنے سے اگر یہ خیال ہو کہ بلا روک ٹوک دم باہر آنے سے جیو مر جاتے ہیں اور کپڑا باندھنے سے جیو نہیں مرتے تو یہ محض خیال باطل ہے۔ غسل نہ کرنا۔ میلا کچیلا پانی پینا۔ مانگ کر کھانا۔ اپنے پیشاب کو ہاتھ پر ڈال کر پھینکنا۔ پاخانہ کو مٹی سے ملا دینا (اس خیال سے کہ ایک جگہ پاخانہ کرنے سے جیو مر جائیں گے) انسان کو غلیظ۔ کاہل اور پشو بنا دیتا ہے یہ تو سب مکروہ اور ناپسندیدہ فعل ہیں۔ ان سے نجات کیا ہو گی جس صاف اور ستھرے پانی کو تم نہیں پیتے۔ اسی سے حیوانات نباتات بلکہ کائنات کی زندگی ہے۔

وہاں سے باباجی جیسلمیر۔ جودھپور ہوتے ہوئے اجمیر شریف پہنچے اور خواجہ قطب الدین صاحب چشتی کے جھونپڑے کو دیکھا۔ جسے ڈھائی دن کا پیر صاحب کا جھونپڑا کہتے ہیں۔ نیز خواجہ علاء الدین اور شمس الدین صاحب سے ملاقات کی۔ ان کے استفسار پر باباجی نے کہا:۔

مہر مسیت۔ صدق مصلےٰ حق حلال قرآن + شرم سنت سیل روزہ ہوو مسلمان + کرنی کعبہ سچ پیر کلمہ کرم نماز + تسبیح سا تس بھاوسی نانک رکھے لاج + (مسجد محبت ہے مصلےٰ صدق ہے۔ اور قرآن حق حلال ہے وغیرہ)

یارحم کی مسجد میں سچائی کا مصلےٰ بچھا کر حق حلال کا قرآن پڑھو۔ شرم کو سنت سمجھ کر حلم یعنی نرمی کا روزہ رکھ۔ تب سچے مسلمان ہو سکتے ہو۔ نیک اعمال کو کعبہ بناؤ۔ راستبازی کو مرشد کا کلمہ۔ پھر سخاوت کی نماز ادا کرو۔ اللہ کی رضا کی تسبیح پھیرو تب مسلمان کہلاؤ (گویا آپ نے تاکید کی کہ عبادت کے ساتھ نیک اعمال ضروری ہیں)

اجمیر شریف کی زیارت کے بعد کاتک سمت ۱۵۶۲ بکرمی میں پشکر تیرتھ کا میلہ دیکھنے کے لئے آپ وہاں چلے گئے۔ جہاں ہزاروں لوگوں نے آپ کا کلام سنا۔ پھر نصیر آباد دیوگڑھ۔ لودی پور ہوتے ہوئے دریائے سانبھر منی سے پار ہو کر کوہ آبو میں وارد ہوئے اور جین مت کے پیروؤں کو اپنے کلام سے مستفید کیا۔ پھر جین مت کا مندر دیکھا۔ جو ایک قابل دید عمارت ہے۔ پھر شہر پٹن۔ ایدر۔ احمد نگر۔ ڈونگر پور۔ والس واڑہ ہوتے ہوئے دریائے ماہی کو عبور کرتے ہوئے جاوڑا پہنچے۔ اور دریائے چنبل سے اتر کر مہد پور۔ اجین میں جا داخل ہوئے۔ پھر کالیشر مہادیو۔ جوتی لنگ۔ ہرشدی دیوی۔ اندور۔ داونکار۔ ہوشنگ آباد۔ نرسنگھ پور۔ بالا گھاٹ ہوتے ہوئے۔ ملک گونڈ کے شہروں۔ جنگلوں۔ پہاڑوں اور جھیلوں کی سیر کرتے ہوئے کوہ مہادیو سے اتر کر شہر سیونی کے مقام رام ٹیک پر پہنچے اور راجہ امریک کا جگ کرنے کا تالاب اور عالیشان قلعہ جو بہت بلند اور وسیع ہے اور ایک قدرتی پہاڑی کو تراش کر بنایا گیا ہے۔ ملاحظہ کیا۔ اسجگہ راجہ رامچندر جی کا مکان بھی بنا ہوا ہے۔ وہاں سے کامٹی ناگپور۔ وردھا۔ کوٹھا پور ہنگولی سے نامدیو بھگت کے پاس قصبہ آؤنڈہ میں پہنچے۔ نامدیو بھگت سے مذہبی بات چیت کر کے بلدانہ وملکاپور وغیرہ شہروں کی سیر کرتے ہوئے دریائے گوداوری کو عبور کر کے فتح آباد علاقہ حیدرآباد میں جا نکلے۔ اور شہر روگر۔ کلاس۔ مینڈک۔ گولکنڈہ حیدرآباد دکن۔ امرآباد کی سیاحت کرتے ہوئے بدر شہر میں وارد ہوئے۔ یہاں

نانک جھیرہ نامی مکان آپ کی یادگار میں بنا ہوا ہے۔ یہاں پر سید یعقوب صاحب وجلال دین صاحب سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ ان بزرگوں کی مزاریں اب تک وہاں موجود ہیں۔ وہاں سے گن پور۔ پانگل کے متصل ایک جنگل میں پہاڑ کی چوٹی پر جا بیٹھے وہاں کئی چھٹے جوگیوں نے باباجی خدمت میں ایک تل کا دانہ پیش کیا۔ اور آزمانا چاہا کہ باباجی اسے کس طرح تقسیم کرتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے وہ دانہ پانی میں پیس کر تقسیم کر دیا۔ باباجی کی یہ دانائی اور عقلمندی دیکھ کر جوگی لوگ قایل ہو گئے۔ اس جگہ پر جو مکان باباجی کے نام پر بنا ہوا ہے۔ اس کا نام تل گنجی ہے یہاں سے ملک کیرل کو دیکھتے ہوئے کرشنا ندی سے اُتر کر پانڈ پور میں پہنچے۔ پھر علاقہ گوہٹی کے گرد و نواح کی سیر کرتے ہوئے دریائے پارس کو عبور کر کے احاطہ مدراس میں جا پہنچے۔ اور شہر گڈاپا۔ مدراس۔ چنگل پٹ سے ہوتے ہوئے دریائے پالار سے اتر کر آرکاٹ۔ ویلور۔ پانڈی چری سے گذر کر دریائے پنار جنوبی سے پار اُتر گئے۔ اور گڈ پور رحلیم پور سری نگم ہوتے ہوئے دریائے کاویری سے گذر کر کنجور جا پہنچے۔ وہاں سے ترچناپلی۔ ناگا پٹم اور ملک کوٹہ کی سیر کرتے ہوئے دریائے بیگاہی سے اُتر کر پوتم کوٹ میں داخل ہوئے۔ وہاں اب تک آپ کی یادگار میں ایک مکان بنا ہوا ہے اس جگہ دو ایک دن قیام کر کے سیت بندر رامیشور میں جا داخل ہوئے۔ آپ کی زندگی کا قابل ذکر پہلو یہ ہے کہ جس جگہ آپ گئے درویشوں اور فقیروں سے کمال اخلاص۔ محبت اور دلی ارادت سے ملتے رہے۔ بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی یہی نصیحت کرتے رہے۔ کہ درویشوں اور فقیروں سے خاطر و مدارات سے پیش آؤ۔ ؎

خاکساران جہاں را بحقارت منگر

شاید کہ درین گرد سوارے باشد

بندر رامیشور میں پانڈوں سے دیر تک گفتگو اور بحث و مباحثہ ہوتا رہا۔ بھائی

مردانہ نے سوال کیا۔ کہ راجہ رامچندر جی کے پل باندھنے اور لنکا پہ فتح پانے کی کیفیت سنائیں۔ چنانچہ آپ نے تمام حقیقت سنائی۔ اور وہاں سے لنکا یا سیلون میں پہنچے۔ اور راجہ شیوناتھ کے شہر میں جا پہنچے۔ ان کی بزرگی کا حال سنکر راجہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کا کلام شیرین سنکر بہت خوش ہوا۔ اور اولاد کے لئے التجا کی۔ اس کی رانی بھی گوروجی کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا کہ مہاراج ایسی دعا کیجئے۔ کہ میرا خاوند میرے بس میں رہے۔

عورتوں کے لئے منتر

سوا کھوں گن جہبا نیا منت   اے نزے بھینے دیس کر تاں وس آوی کنت

یعنی حلم۔ رحم اور شیرین کلامی کو اختیار کر۔ یہی منتر ہے اور انہی تینوں چیزوں سے خاوند بس میں آجاتا ہے۔

گوروصاحب کے اس شبد کو سنکر وہ بہت خوش ہوئی۔ پس عورتوں کے لئے لازم ہے۔ کہ اپنے خاوندوں سے ہمیشہ محبت اور نرمی سے گفتگو کریں۔ ادب سے پیش آئیں اور کبھی سخت کلامی اور گستاخی سے بات نہ کریں۔ عورت کی نرمی اور شیرین زبانی سے مرد عورت کے تعلقات ہمیشہ اچھے رہتے ہیں۔ بے ادبی یا گستاخی سے دونوں کی زندگی بدمزہ ہو جاتی ہے۔ اور روزمرہ کی کھٹ پٹ۔ اور بے اتفاقی ایک دن گھر کو لے بیٹھتی ہے۔ میاں بیوی کا حسن سلوک اور خوش خلقی گھر کی آبادی۔ ترقی اور سرسبزی کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ گوروجی کی دعا سے راجہ کے گھر ایک لڑکا اور ایک لڑکی بھی پیدا ہوئی۔

لنکا و جنوبی ہند سے واپسی

لنکا سے واپس ہوکر باباجی ملیبار میں آئے۔ ملیبار کے راجہ رام کا گدی نشین جو قوم کا کمہار تھا۔ آپ کا مرید ہوگیا۔ باباجی نے اس سے ۳۶۰ سدابرت جاری کرائے۔ پھر باباجی سرگرمیٹھہ شنکراچارج کے صندل کے جنگل میں آئے اور وہاں سے مہنت کے ساتھ گیان چرچا کرکے اسے قایل کیا۔ یہاں سے علاقہ کرارکی کی سیر کرتے ہوئے دریائے داپار کو عبور کیا۔ اور ٹوٹی کارن۔ پالم کوٹہ۔ راس کمار۔ مارجنور۔ راؤنکور۔ علاقہ کوچین شہر ملی کٹ۔ کویم بٹور۔ کوہ نیلگری سے ہوتے ہوئے کالی کٹ میں جا نکلے۔ یہ وہی کالی کٹ ہے۔ جو اب فرانسیسی مقبوضات میں داخل ہے۔ پھر یہاں سے علاقہ کورگ میں شہر مرکرا و کوڈلی پیٹ سے ہوکر شہر ڈرک و بنگلور۔ گوہی۔ گودور۔ و علاقہ کنڑ کے شہر سرنگری و گوا میں جا پہنچے۔ جو اب پرتگیزوں کے ماتحت ہے۔ پھر احاطہ بمبئی کے شہر دھارواڑ۔ راجہ پور اور رتن گری کی سیر کی۔ اور شہر ناسک میں پہنچے۔ جو دریائے گوداوری کے کنارے واقع ہے۔ اور پنج وٹی کے نام سے مشہور ہے۔ اور جس جگہ راجہ رامچندر جی نے اگست منی کے پاس مقام کیا تھا۔ وہاں پر آپ نے ترمبک ناتھ کا مندر دیکھا اور دریائے تاپتی کو عبور کرکے راج میلا شیر ہوتے ہوئے دریائے مزبدا سے پار اتر گئے۔ پھر کوہ بندھیاچل کی سیر کی۔ اور پھر بھڑوچ۔ بڑودہ۔ احمد آباد سے ہوکر خلیج کھمبایت اور شہر پیاؤنگری یا لٹیانا میں پہنچے۔ یہاں پر جین مت والوں کا ایک عالیشان مکان ہے۔ جو کروڑوں روپوں کی لاگت سے بنا تھا۔ اسے دیکھ کر کاٹھیاواڑ جوناگڑھ میں جا وارد ہوئے۔ یہاں نرسی بھگت قوم ناگر برہمن معہ اپنے چیلوں کے باباجی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور نذر نیاز پیش کی۔ وہاں کے نواب فیض بخش صاحب جو ایک فقیر دوست۔ نیک منش اور صالح رئیس تھے۔ باباجی کی بہت خدمت کی۔ کہتے ہیں کہ یہاں ایک بڑے خدا رسیدہ بزرگ گنج بخش صاحب تھے۔ ان سے باباجی کی ملاقات

ہوئی ایک دوسرے سے بڑی محبت اور معرفت کی باتیں ہوتی رہیں۔ اور دونوں فقیر ایک دوسرے کی ملاقات سے بہت خوش ہوئے۔

کرشن کی نگری کی سیر

یہاں سے روانہ ہوکر باباجی ریوا گری یعنے گرنار پہنچے۔ یہ جگہ ۵ امیل کی چڑھائی پر واقع ہے۔ وہاں گرناری فقیروں سے آپ ملے۔ گرناری ایک سادھو فقیر ہوا ہے۔ وہاں اب بھی بہت لوگ اس کے پیرو ہیں۔ اور اُسے زندہ مانتے ہیں۔ ان گرناری فقیروں سے آپ کی بہت باتیں ہوئیں وہاں سے چل کر بلادل بندر میں پہنچے۔ جہاں سے پربھاش چھیتر گئے اور سومناتھ کا مندر دیکھا۔ مندر کے پانڈے یعنے پجاریوں سے آپ نے کہا۔ کہ صرف پرمیشور کی پوجا کرو۔ کیونکہ اس واحد اللہ کی بندگی اور بھگتی نجات کا ذریعہ ہے وہاں سے آپ سوداماں پوری میں جا پہنچے یہاں سوداماں بھگت کا مندر دیکھ کر دوارکا گومتی تشریف لے گئے یہ کرشن جی کی نگری اور راج دھانی (دارالحکومت) تھی۔ اب بھی وہاں کرشن جی کی یاد میں بہت سے مندر اور عالی شان مکانات بنے ہوئے ہیں۔ منجملہ اُن تاریخی مکانات کے سارد امٹ شنکر اچارج کا مکان بھی موجود ہے۔

یہی وہ سرزمین ہے جہاں سری کرشن جی توحید کی مرلی بجا گئے۔ اور اپنی حین حیات میں لوگوں کو پرمیشور کی وحدانیت کے بھجن سنا گئے۔ ظالموں کو مٹا کر خلق خدا کو ان کے ظلم کے پنجہ سے چھڑا گئے۔ اور ان کے دل پر خدائے قادر وقیوم کی عظمت اور کبریت کا دائمی نقش جما گئے۔

یہاں سے باباجی جزیرہ بیٹ دوارکا میں پہنچے جس کے چاروں طرف سمندر ہے اور سنکھ تلائی کنارہ پر جا کر فروکش ہوئے۔ جو دریائے شور کے عین وسط میں واقع ہے۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں کرشن جی جراسندہ سے بھاگ کر جا چھپے تھے پھر

یہاں سے رن کچھ کی سیر کرتے ہوئے شہر انجار۔ مندرا۔ منڈی میں داخل ہوئے وہاں کے لوگ بام مارگی بانڈ سندری دیوی کی پرستش کرتے تھے۔ ان لوگوں کو آپ نے خدائے واحد کی پرستش کی ہدایت اور تلقین کی اور شہر بھج ریاست رئیس حالپرو لکھپت کی سیر کرتے ہوئے آسا پورن دیوی کا مکان دیکھ کر نارائن سرو دریاء جو ہندو وں کا ایک مشہور تیرتھ ہے۔ جا پہنچے۔ یہاں پر بھی آپ نے توحید کا پرچار کیا۔ اور لوگوں کو علی الاعلان خدائے واحد کی پرستش اور عبادت کرنے کی تعلیم دی۔ پھر دھرتی دھر کی جھاڑی سے ہوتے ہوئے امرکوٹ اور ٹانڈہ اللہ یار ہوتے ہوئے براستہ فیروز پور احمد پور وخان پور علاقہ بھاولپور میں جا نکلے۔ اور دریائے ستلج سے اتر کر شجاع آباد۔ شیر شاہ وغیرہ قصبات کی سیر کرکے اوچ شریف میں پہنچے۔ جو پیروں کی جگہ اور پیر زادوں کی بستی ہے۔ اوچ شریف کے فقیروں کی زیارت کرکے باباجی ملتان شہر میں پہنچے باباجی کے اس تمام سفر کا نمایاں پہلو یہ ہے۔ کہ ہر جگہ آپ بت پرستی سے لوگوں کو منع کرتے رہے اور خدائے واحد کی پرستش کی تلقین اور تعلیم دیتے رہے۔

ملتان کے فقیروں سے ملاقات

چار چیز است تحفۂ ملتان
گرد و گرما گدا و گورستان

ملتان کی چار چیزیں مشہور ہیں۔ یعنی گرد۔ گرمی۔ فقیر اور قبرستان۔ چنانچہ جب بابا نانک جی وہاں گئے۔ تو پرہلا د بھگت کی مبارک جگہ و افغ قلعہ کو دیکھ کر آپ وہاں جا ٹھیرے ملتان میں فقیروں کی ہمیشہ کثرت رہی ہے۔ جس وقت ان کو باباجی کی آمد کی خبر معلوم ہوئی تو ایک پیالہ دودھ کا بھرا ہوا۔ باباجی کے پاس بھیجا جس کا اشارہ یہ تھا۔ کہ ملتان پہلے ہی فقیروں اور پیروں سے بھرا ہوا ہے جس وقت دودھ کا پیالہ باباجی کے

پاس پہنچا۔ تو انہوں نے اسمیں کچھ بتاشے ڈالدیئے اور اوپر ایک پھول رکھ کر واپس کر دیا جس سے یہ مطلب تھا کہ ہم ان فقیروں کے ساتھ شیر و شکر ہو جائینگے۔ اور اس پھول کے مانند کسی کے لئے بار خاطر نہیں ہوں گے۔

کہتے ہیں۔ کہ اس جواب سے خوش ہو کر حضرت بہاؤ الحق شاہ شرف اور خواجہ مومن دین سدا سہاگن جو اس زمانہ کے اولیاء اللہ اور خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ بابا جی سے ملنے آئے۔ فقیروں کی ملاقات ذکر الٰہی اور معرفت کی باتوں پر مشتمل ہوتی ہے پس آپسمیں خوب معرفت و حقیقت کی باتیں ہوتی رہیں۔ اور عجیب و غریب نکات عرفان کا انکشاف ہوا۔

بابا نانک جی نے ملتان میں چلہ کشی کی۔ اور ملتان کے مشہور و معروف بزرگوں کے روضوں پر چلہ کاٹا۔

سجن ٹھگ کا قصّہ

ملتان میں باباجی کے پاس جو روپیہ نذر و نیاز میں آتا تھا۔ وہ بھائی مردانہ کے ہاتھوں غریبوں اور مسکینوں میں تقسیم ہوتا تھا۔ سجن ٹھگ جو بڑا عیار تھا اس نے خیال کیا کہ مردانہ خزانچی ہے۔ پس وہ مردانہ کے ساتھ بڑی خاطر داری اور اخلاص سے پیش آیا۔ اور اسے اپنے گھر لے گیا۔ یہ سراسر اس کا فریب تھا۔ گھر میں لیجا کر بھائی مردانہ کی مشکیں کس دیں اور اس سے خزانہ کا بھید پوچھنے لگا۔ باباجی کو اس ٹھگ کی شرارت اور مردانہ کی مصیبت کا حال معلوم ہو گیا۔ وہ فوراً بھائی بالا کو ساتھ لے کر اس ٹھگ کے مکان پر پہنچے۔ باباجی نے اپنے پند و وعظ کا سلسلہ شروع کیا۔ باباجی کے کلام کا اس ٹھگ پر ایسا اثر ہوا۔ کہ اس کا دل پانی پانی ہو گیا اس نے فوراً مردانہ کو رہا کر دیا۔ اور اپنے افعال بد سے توبہ کی نیز اپنے کئے کی گورو جی سے

معافی بھی مانگ لی۔ ملتان سے آپ اپنے جنم بھوم یعنی تلونڈی کو واپس آئے۔ اور اپنے والدین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہی دنوں ملا کر اپنی ہمشیرہ نانکی جی کی یاد کرتے ہوئے ان کے پاس سلطان پور میں پہنچ گئے۔

کہتے ہیں۔ کہ بابا نانک جی کی طرح ان کی ہمشیرہ بھی پاکباز اور خدا یاد تھیں جب کبھی انہوں نے یاد کیا۔ ان کی روحانی کشش سے باباجی بھی فوراً ان کے پاس پہنچے سلطان پور سے نانکی جی کو دیدار دیکر باباجی لاہور تشریف لے گئے۔ وہاں سے جاکر پرگنہ کلانور ضلع گورداسپور میں دریائے راوی کے کنارے پر ایک خوش قطعہ زمین پسند کرکے وہاں اقامت اختیار کی۔ اور ۱۵۶۹ میں وہاں کے زمینداروں کی درخواست پر ایک گاؤں بنام کرتار پور آباد کیا۔ دیوان کروڑی مل کھتری نے (جو پہلے بابا نانک جی کا مخالف تھا۔ مگر بعد میں ان کی عظمت و جلال دیکھ کر ان کا عقیدت مند بن گیا تھا) اس زمین کا قبالہ بڑی خوشی سے لکھدیا۔ اب باباجی کی توجہ اس گاؤں کی آبادی کیطرف مبذول ہوئی۔ دیوان مذکور بھی ہمیشہ اس گاؤں کی آبادی میں مدد دیتا رہا۔ جب دھرم سالہ اور مکانات تیار ہوگئے۔ تب باباجی نے سکھوں کی درخواست پر اپنے متعلقین کو موضع پکھو سے بلالیا۔ اور کرتار پور میں سکونت اختیار کی۔

تیسرا سفر

کوہستان کی سیر

باباجی کا تیسرا سفر سمت ۱۵۷۰ بکرمی میں شروع ہوا۔ اس سفر میں بھائی مردانہ و بالا دونوں آپ کے ہمراہ تھے۔ چنانچہ باباجی پکھو کی۔ نور پور۔ سبحان پور

کوٹ کانگڑہ کی سیر کرتے ہوئے جوالا مکھی پہنچے۔ جہاں پہاڑ سے شعلہ ہائے آتشیں نکلتے ہیں اور جہاں لاٹانوالی دیوی کا مندر ہے۔ پہاڑ سے آتش کے شعلے نکلتے ہوئے دیکھ کر بھائی مردانہ نے باباجی سے پوچھا۔ کہ یہ کیا بھید ہے۔ باباجی نے جواب میں کہا۔ کہ اگلے زمانہ میں دیوتاؤں اور راکھشوں میں جنگ ہوئی تھی جس میں راکھشش دیوتاؤں پر غالب آ گئے تھے۔ پھر دیوتاؤں کی درخواست اور التجا پر تائید غیبی ان کی شامل حال ہوئی اور تمام راکھشش مغلوب ہو کر نیست و نابود ہو گئے۔ اوس وقت دیوی جی اسجگہ قیام پذیر تھیں اس لئے ہندو لوگ اسے پوجتے ہیں اور یہ آگ کے شعلے جو اس پہاڑ سے نکلتے ہیں اس کا سبب یہ ہے۔ کہ یہ آتش خیز پہاڑ ہے۔ اس کی خاصیت اور تاثیر ہی ایسی ہے۔ یہ کچھ اس جگہ سے مخصوص نہیں ہیں دنیا میں اور بھی بہت سے ایسے آتش فشاں پہاڑ موجود ہیں۔

جوالا مکھی کی سیر کے بعد آپ ڈلہوزی۔ دھرم سالہ منی کرن ہوتے ہوئے کلو ریوالسر میں پہنچے۔ یہاں آپ نے ایک عجیب و غریب نظارہ دیکھا۔ کہ تالاب ریوالسر میں پانچ چھ چھوٹے ٹیلے جن پر درخت اور جھاڑیاں افراط سے اُگی ہوئی ہیں پانی میں ادھر اُدھر تیرتے پھرتے ہیں۔ جس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ درخت اور جھاڑیوں کی جڑیں اس قدر افراط سے تھیں کہ ان کا وزن مٹی اور پتھروں سے جو ان کے اوپر والے حصے کے ساتھ لپٹے ہوئے نظر آتے تھے بدرجہا زیادہ تھا۔ اور وہی اُن پتھروں کے بوجھ کو پانی میں اٹھائے ہوئے تھیں۔ اس زمانہ کے لوگ اسے اپنے بزرگوں کی کرامت خیال کرتے تھے۔

گرم پانی کا حوض

دوم پھر باباجی نے منی کرن حوض دیکھا جس کا پانی ایسا گرم تھا۔ کہ اس میں ہاتھ

جہیں ڈالا جاتا تھا۔ نیز اگر اس میں چاول ڈالے جاتے۔ تو بلا آگ جلائے پک جاتے۔ وہاں کے پانڈے پجاریوں اور عوام الناس کو خدائے واحد کی عبادت کی ہدایت و تلقین کر کے نادون سکیت منڈی اور کلو کی سیر کرتے ہوئے علاقہ چنبہ میں وارد ہوئے۔ علاقہ ہذا کے لوگ سیتلا دیوی کو پوجتے تھے۔ باباجی نے ان کو بت پرستی سے منع کیا۔ اور خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت و بندگی کی ہدایت کی۔ نادون بلاسپور کہلور ہنڈور کی سیر کرتے ہوئے آپ کیرت پور میں پہنچے

سائیں بڈھن شاہ صاحب کی ملاقات کا عجیب قصہ

کیرت پور میں ان دنوں بڈھن شاہ صاحب ایک بڑے پاکباز اور خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ جو ہر وقت یاد الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ اور صرف بکریوں کے دودھ پر گذارہ کرتے تھے۔ باباصاحب پوری محبت اور کمال جوش عقیدت سے ان کی خدمت میں گئے۔ بڈھن شاہ صاحب بھی بڑے تپاک اور اخلاص سے پیش آئے اور باباجی کو دیکھ کر نہایت مسرور ہوئے۔ ہر دو درویشوں میں معرفت اور عرفان کی گفتگو ہوتی رہی۔ جس سے وہ خوب محظوظ ہوئے۔ آخر بڈھن شاہ صاحب نے باباناک جی کی خاطر مدارات اور تواضع کے لئے ایک دودھ کا مٹکا پیش کیا۔ باباجی نے فرمایا کہ آپ ہماری یہ امانت رکھ چھوڑیں چنانچہ سائیں بڈھن شاہ صاحب نے وہ دودھ کا مٹکا زمین میں دفن کر دیا۔ اور دو سو برس بعد سکھوں کے چھٹے گورو ہرگوبند جی کو لوٹے کا دیا نکال کر دیا جس کا قصہ[1] حاشیہ میں درج ہے۔ بعض لوگ

---

[1] روایت ہے کہ باباجی نے سائیں بڈھن شاہ صاحب سے یہ التجا کی کہ یہ دودھ کا مٹکا ہماری امانت رکھ چھوڑو۔ جب پھر ملیں گے تو لے لیں گے۔ چنانچہ بڈھن شاہ صاحب نے وہ دودھ کا مٹکا زمین میں دفن کر دیا۔ قریباً دو سو برس بعد سکھوں کے چھٹے گورو ہرگوبند جی جب اپنے بیٹے گورو تاجی کے شکار کھیلتے ہوئے جنگل میں جا نکلے جہاں سائیں بڈھن شاہ صاحب

ایسے افسانہ سے منسوب کریں گے۔ اور معترض ہوں گے کہ سائیں بڈھن شاہ صاحب کا دوسو برس تک زندہ رہنا اور پھر دودھ کا تازہ بتازہ نکال دینا بعید از قیاس معلوم ہوتا ہے۔ مگر ہمیں اس کتاب میں ایسی بحث چھیڑنے کی غرض نہیں۔ خوش اعتقاد اسے دونوں فقیروں کی کرامت خیال کریں گے۔ ہم کہینگے فکر ہر کس بقدر ہمت اوست۔

وہاں سے جہاشو جبیں وغیرہ مقامات کی سیر کرتے ہوئے بنجور میں پہنچے۔ اور پھر سیالوٹ کے راستہ بمقام جوہڑ صاحب تشریف لے گئے۔ یہاں پر اب تک ایک عالی شان مکان باباجی کی یادگار میں بنا ہوا ہے۔ جہاں ہر سال جیٹھ کے مہینہ میں میلہ ہوتا ہے۔ وہاں سے آپ ایک پہاڑ کی چوٹی پر پہنچے جو سطح سمندر سے پندرہ ہزار فٹ کی بلندی پر ہے۔ وہاں کے باشندوں نے پانی کی بہت تکلیف بیان کی۔ مائی بھگت نے آپ کی خدمت میں التجا کی کہ ان لوگوں کے لئے یہاں پانی کا چشمہ جاری ہو چنانچہ آپ نے ایک پتھر کا ٹکڑا اکھاڑا۔ جس کے نیچے سے ایک نہایت صاف

رہتے تھے۔ اور سائیں صاحب موصوف سے جا کر کہا۔ کہ ہماری دودھ کی امانت واپس دو۔ سائیں بڈھن شاہ صاحب نے جواب میں کہا کہ یہ امانت بابا نانک جی کی ہے۔ سوائے ان کے کسی کو نہیں مل سکتی۔ گورو ہرگوبند جی نے باصرار کہا۔ کہ ہم ان کی گدی پر ہیں ان کے وارث ہیں۔ ہم کو ان کی امانت واپس دیدو مگر بابا بڈھن شاہ صاحب نے ایک نہ مانی آخر گورو ہرگوبند جی نے اپنے بیٹے گورو دتہ جی کو اشارہ کیا جو وہاں سے اٹھ کر پاس کی ندی میں غوطہ زن ہوئے۔ جب ندی سے باہر نکلے۔ تو ان کی صورت گورو نانک جی کی شکل جیسی ہو گئی۔ وہاں سے سیدھے سائیں بڈھن شاہ صاحب کی طرف آئے۔ جنہوں نے دیکھ کر زور سے کہا "او باباجی" اسی وقت گورو دتہ جی کا لقب بابا نانک جی پڑ گیا۔ گورو دتہ جی کو بابا نانک جی سمجھ کر سائیں بڈھن شاہ صاحب نے دودھ کا مٹکا جو امانتاً زمین میں دفن کیا تھا۔ بجنسہ نکال کر دیدیا۔ . . . . اور دوسو برس کے بعد بھی دودھ ایسا ہی خوش ذائقہ زمین سے نکال کر واپس کیا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ کیا بڈھن شاہ صاحب دوسو برس تک زندہ رہے جبکہ اس اثنا میں سکھوں کے چھ گرو ہو چکے تھے۔ مگر ہمیں اس بحث سے غرض نہیں۔

حاشیہ صفحہ ۵۹

شفاف اور میٹھے پانی کا چشمہ نکل آیا۔ لوگ آپ کی کرامت کے قایل ہو گئے۔ باباجی نے اس چشمہ کے گرداگرد ایک دیوار بنوادی اور اسے ایک تالاب کی شکل بنا کر اسکی حفاظت ماہی بھگت کے سپرد کر دی چنانچہ اس تالاب کا نام بھی ماہی سر مشہور ہو گیا۔ اس پہاڑ کے لوگ گورونانک جی کو اپنا گورو مانتے ہیں اور ماہی بھگت کی اولاد کے ہاتھ سے کڑاہ پرشاد باباجی کے نام پر تقسیم کراتے ہیں۔

آتش پرستی مت کرو

اس کے بعد آپ علاقہ سرمور و گڑھوال میں پہنچے۔ جسے آج کل ڈیرہ دون کہتے ہیں اور منصوری چکروتہ وغیرہ مقامات کی سیر کرتے ہوئے اوتر کاشی میں گئے۔ یہ جگہ بڑے بڑے رشیوں اور منیوں کی عبادت کا مقام تھا۔ اور بہت سے بھگت اور عابد لوگ یہاں عبادت میں مشغول تھے۔ اس علاقہ کے لوگ عام طور پر آگ۔ پانی اور ہوا کی پرستش کرتے تھے۔ آپ نے اپنے وعظ و نصیحت اور اپدیش کے ذریعے لوگوں کو آتش پرستی سے منع کیا۔ اور ہوا پانی۔ دریا۔ اور سورج وغیرہ کی پوجا سے روکا۔ اور کہا۔ کہ سوائے اس خدائے واحد کے جو ابدالآباد تک رہیگا۔ اور ہمیشہ سے چلا آیا ہے اور کسی چیز کی عبادت کرنا داخل گناہ ہے سوائے اس کی ذات کے اور کوئی سزاوار عبادت نہیں۔ آپ ان لوگوں کو یہ ہدایت کر کے جمنوتری۔ گنگوتری اور سری نگر ہوتے ہوئے بدری نرائن تشریف لے گئے۔ وہاں برہمنوں اور مہنت راول کو عبادت الٰہی کی تلقین کر کے بھیم کوٹ والی پہاڑ پر جا چڑھے۔ یہ پہاڑ بڑا خوشنما ہے۔ اس کا منظر دلفریب اور دلکش ہے۔ اس کی ساتوں چوٹیوں کی سیر کے بعد رانی کھیت۔ املوڑہ ہوتے ہوئے بھیم تال میں جا نکلے۔ اس علاقہ میں ایک وسیع جنگل تھا۔ جس کا نام گورکھ متا

مشہور تھا۔ اور جو کن پھٹے جوگیوں کا مسکن تھا۔ ان جوگیوں سے بابا نانک جی کا بحث مباحثہ اور مقابلہ بھی ہوا مگر آخر کار وہ سب جوگی بابا جی کی کرامت اور بزرگی کے قایل ہو گئے۔ اس وقت سے اس جگہ کا نام نانک متا مشہور ہو گیا۔ اور اب وہاں نانک پنتھی سادھو رہتے ہیں۔ یہاں بابا جی ایک میٹھے کے درخت کے نیچے بیٹھے۔ ان جوگیوں نے اُن سے کھانے کے لئے کچھ مانگا۔ بابا جی فوراً میٹھے توڑ توڑ کر ان کو دیتے گئے جو اُن کو بہت شیریں اور لذیذ معلوم ہوئے۔

کہتے ہیں کہ اس وقت سے اس شاخ میں جس کے سایہ میں بابا جی بیٹھے تھے میٹھا پھل لگتا ہے اور دوسری طرف تلخ پھل ہوتا ہے۔

وہاں سے روانہ ہو کر آپ شہر گورکھپور میں گئے۔ گورکھپور کے لوگ پتھر وگیرہ وغیرہ کی پوجا کرتے تھے۔ آپ نے انہیں بت پرستی ترک کر کے خدائے بزرگ و برتر کی بندگی کرنے کی ترغیب دی۔ چنانچہ انہیں ہدایت کر کے جیلہ کھانجی۔ جھیل مانسرور کرشن تال وغیرہ مقامات کی سیر کرتے ہوئے پھاگن سمت ۱۵۷۰ بکرمی میں براستہ دھولاگڑھ ملک نیپال کے دارالخلافہ کھٹمنڈو میں پہنچے۔ وہاں پس متی مہادیو کے مکان کے متصل ایک مکان میں ٹھہرے۔ جہاں اب بھی ان کی یادگار میں ایک مندر ہے جسکی خدمت اداسی فقیروں کے متعلق ہے۔

جنگل کے چرند و پرند نے راگ سُنا

بابا جی نیپال سے براستہ للتا پٹی اور کوہ ایورسٹ علاقہ سکم میں جا داخل ہوئے اور شہر تام گنگ کے متصل ایک ٹیلہ پر آسن جما کر بیٹھ گئے۔ پھر بھائی مردانہ کو حکم دیا کہ راگ الاپو۔ بھائی مردانہ کے راگ الاپنے پر بابا جی نے بھجن گانے شروع کئے آپ کے بھجن سنکر جنگل کے چرند پرند بابا جی کے گرد آکر کھڑے ہو گئے۔ اور چپ چاپ حالت

خاموشی میں کھڑے ہوئے آپ کا کلام سنتے رہے۔ آپ کی اس کرامت اور بزرگی کا ایسا اثر ہوا کہ اس علاقہ کے باشندے آپ کے معتقد ہو گئے۔ کئی ایک فقیروں کی بابت بھی سنا گیا ہے۔ کہ جب وہ جنگل میں ساز بار باب یا ستار کے ساتھ گانا شروع کرتے تو جنگل کے چرند وپرند آ کر با ادب تمام ان کے پاس کھڑے ہو جاتے اور جبتک وہ گاتے رہتے جنگل کے وحشی جانوروں پر بھی سکتہ کا عالم طاری رہتا۔ جب وہ بس کرتے۔ تو طیور و وحوش چپ چاپ واپس جاتے۔

علاقہ سکم سے کوہ کنچن جنگا۔ دارجلنگ اور پارو وغیرہ مقامات کا دورہ کرتے ہوئے باباجی ملک بھوٹان کے شہر تاشی شوڈن میں رونق افروز ہوئے سیکڑوں آپ کا کلام سنکر خدائے بزرگ کے بھگت بن گئے۔ اور بت پرستی آتش پرستی اور باطل پرستی کو ترک کر دیا۔

کہتے ہیں۔ کہ لامہ گورو بھی بابا نانک جی کے معتقد بن گئے۔ شہر اسکردو میں اب تک باباجی کی یادگار موجود ہے۔ جو نانک پیر کے نام سے موسوم ہے۔

سکھوں کی کتابوں میں منقول ہے۔ کہ اوہ پربت کو طے کرتے ہوئے آپ کو دیدار الٰہی کا شرف حاصل ہوا اور درگاہ ایزدی سے ارشاد ہوا۔ کہ جو تمہاری تعلیم پر عمل کرے گا۔ اسے نجات حاصل ہو گی۔ وہاں سے اتر کر اپنے ہمراہی بھائی بالا اور مردانہ سمیت آپ جھیل بلٹی۔ لکھم پور۔ برہم کنڈ۔ ڈیرہ دگرامہ۔ شب پور۔ دھری قلعہ یکسار اور رانی گنج کی سیر کرتے ہوئے جنک پور میں پہنچے۔ جہاں راجہ جنک کے ہاں راجہ رامچندر جی کی شادی ہوئی تھی۔ پھر دریائے گنڈک کو عبور کیا۔ یہ وہی دریا ہے جس سے خوبصورت چھوٹے چھوٹے گول گول پتھر نکلتے ہیں۔ جنہیں بیراگی لوگ سالگرام کی مورتی خیال کر کے پوجنے کے لئے لے آتے ہیں۔ پھر آپ سیتا مارٹی۔ گورکھپور۔ بلام پور۔ بھڑائچ۔ گھاگرا۔ دھوری رلے۔ کاشی پور۔ بلم گڑھ۔ اور

سیالکوٹ پور کی سیر کرتے ہوئے لدھیانہ اور جالندھر کے راستہ سلطان پور میں اپنی بہن
نانکی جی کے پاس واپس آئے۔ چند روز وہاں قیام کیا۔ اور مگھر سمت ۱۵۷۳ بکرمی میں
اپنے آباد کردہ گاؤں موضع کرتار پور میں پہنچے۔ جسے انہوں نے خود آباد کیا تھا۔
باباجی کی واپسی پر ان کے اہل وعیال اور مرید جو وہاں رہتے تھے بہت خوش ہوئے
باباجی کا درشن کرکے ان کے دل شگفتہ ہو گئے۔ اور ان میں حیات نو آگئی۔ ہر طرف
سے آپ کے دیدار کے لئے مریدوں او سکھوں کی سنگتیں اور ٹولے آتے۔ دن رات وہاں
ایک میلہ لگا رہتا۔ لنگر جاری تھا۔ شب و روز بھجن اور شبد ہوتے رہتے اور قابل دید
سماں بندھا رہتا۔ اور آپ کے اردگرد خلق خدا کا ایک ایسا جم غفیر رہتا۔ گویا کہ ایک
عظیم الشان دربار شاہی تھا۔

دنیا کی مثال

ایک روز آپ بھائی بالا اور بھائی مردانہ کو ساتھ لے کر دریائے راوی کے کنارے
جنگل میں چلے گئے۔ وہاں دور سے ایک حسین عورت نہایت شکیلہ۔ جمیلہ ماہ پارہ
رشک حور و پری نمودار ہوئی۔ جو لباس فاخرہ و مرصع پہنے تھی اور زیورات جواہرات
سے لدی ہوئی تھی۔ اس کے ناز و کرشمے قیامت ڈھاتے تھے۔ زاہد صد سالہ بھی
اگر اسے دیکھ پائے تو اس کے منہ میں پانی بھر آئے اپنے ناز و ادا اور کرشموں سے
اس نے باباجی کے دل کو مسخر کرنے کی پوری کوشش کی اور اپنے مکر و فریب کا دام
پھیلایا۔ مگر آپ کا دل کوہ وقار رکھا۔ اسپر ذرا اثر نہوا اور آپ نے نظر اٹھا کر بھی
اس کی طرف نہ دیکھا۔ جب اس کا کوئی داؤ نہ چلا اور کوئی تدبیر کارگر نہوئی۔ تو
حالت یاس میں خود بخود غائب ہو گئی۔ اس کے روپوش ہو جانے پر بھائی مردانہ
نے پوچھا۔ مہاراج! یہ عورت کون تھی؟ انہوں نے جواب دیا۔ کہ یہ دنیا تھی جو

کوئی اس کے دام فریب میں پھنس گیا وہ عذاب کے تاریک گڑھے جا گرا۔ اور جو مرشد کامل یا گورو کی نظر توجہ سے اس کے فریب سے بچے رہتے ہیں وہ ہمیشہ خوش رہتے ہیں۔ اور انہیں دین و دنیا میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔

پھر بھائی مردانہ نے سوال کیا کہ یہ دنیا باوجود اتنی عمر کے ضعیف اور بوڑھی کیوں نہیں ہوئی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اے مردانہ جو لوگ مرد خدا ہیں وہ اسے قبول نہیں کرتے بلکہ اس سے ہمیشہ نفرت کرتے ہیں اور جو لوگ اسے قبول کرتے ہیں وہ مرد نہیں ہوتے اُن سے یہ مغلوب نہیں ہو سکتی بلکہ اُن کو مغلوب کر لیتی ہے اور اُن پر سوار رہتی ہے۔ اس لئے آج تک کوئی اس پر غالب نہیں ہوا۔ نہ کسی نے اس کو زیر کیا اور یہی وجہ ہے کہ یہ نوجوان اور کم سن معلوم ہوتی ہے۔

چوتھا سفر

سفر مکّہ شریف

اس امر کے بار بار دھرانے کی ضرورت نہیں۔ کہ بابا نانک جی کو فقراء سے خاص اُنس تھا جس جگہ کوئی مشہور درویش ولی اللہ ہوتا۔ فوراً اس جگہ پہنچتے۔ اور اس کی ملاقات اور کلام سے دل خوش کرتے نیز اپنے کلام اور دیدار سے درویشوں کے دلوں کو مسرور کرتے۔ یہ اہل اللہ کے پاس جاتے اور اللہ کے بندے ان کے راستہ میں آنکھیں بچھاتے۔ دھوم دھام سے استقبال کرتے۔ بھائی مردانہ جی نے ایک روز عرض کی کہ آپ کو درگاہ ایزدی میں باریابی حاصل ہوئی۔ مگر آپ ہم کو تو ساتھ نہیں لے گئے۔ اچھا ہم کو مکّہ معظمہ اور کعبہ شریف کی زیارت کرا دیجئے۔ بابا جی نے کہا۔ کہ مردانہ! اب جلدی ہی ہم بیت اللہ شریف کی زیارت کو چلینگے اور تم کو خانہ کعبہ

اور مدینہ شریف دکھائینگے۔ ہماری عین تمنا ہے۔ کہ ہم اس خطۂ پاک کی دید سے اپنی آنکھوں کو مسرور اور دل کو محظوظ کریں۔ جو سرچشمۂ توحید ہے اور جس خاک پاک کے ذرات کو پیغمبر صاحب صلعم کی کفش اور پائے بوسی کا شرف حاصل ہے۔ ہمارا دل چاہتا ہے کہ اُس ارض مقدس کو دیکھیں جس کے ہر سنگ ریزہ اور ذرۂ خاک سے لاالہٰ کا آواز آتا ہے اور جس کے دیار و امصار کے در و دیوار سے تا قیامت اللہ اکبر کی صدائے آتی رہیگی۔ ہماری عین خوشی ہے۔ کہ اس حصہ عالم کو دیکھیں جہاں کے لوگ قیامت تک ماسوائے اللہ کی ذات کے کسیکو سجدہ نہیں کریں گے۔ ہم چاہتے ہیں کہ جلد سے جلد ہمیں یہ شرف حاصل ہو۔ ہماری دلی منشا ہے کہ ہم اس پاک مقام کی زیارت سے مشرف ہوں۔ جہاں خداوند تعالیٰ کا نور فاران پہاڑ کی چوٹیوں پر چمکا اور پھر اس کی چمک سے مشرق او مغرب جگمگا اُٹھا۔

چنانچہ باباجی نے جلدی ہی اس مبارک سفر کا مصمم ارادہ کر لیا اور حسب وعدہ بھائی مردانہ کو ہمراہ لے کر امین آباد ہوتے ہوئے وزیر آباد پہنچ گئے۔ وزیر آباد سے آپ جہانگیر شاہ صاحب کے پاس گجرات گئے اور انہیں مل کر کوہ رہتاس پر چلے گئے۔ وہاں بھائی مردانہ کی درخواست پر ایک چشمہ نکالا جو قلعہ رہتاس کی دیوار کے پاس اب تک موجود ہے۔ رہتاس سے چل کر آپ ٹیلہ بال گدائی پر پہنچے جو چار کوس بلند ہے۔ وہاں کن پھٹے جوگیوں سے ملاقات کی۔ ان سے حبس دم کے متعلق کچھ بحث مباحثہ بھی کیا۔ باباجی نے ان کی تسلی کے لئے کچھ شبد بھی اُچارن رکئے۔ آپ کے کلام کو سنکر آخر وہ کن پھٹے جوگی آپ کے قایل ہو گئے۔

Q 891.2 168 R

پھر پنڈ دادنخان۔ ڈیرہ اسمٰعیلخان۔ ڈیرہ غازیخان سے ہوتے ہوئے جام پور۔ راجن پور کوٹ مٹھن کے راستے سکھر پہنچ گئے۔ اور وہاں سے شکارپور۔ لاڑکانہ۔ کوٹڑی۔ سندھ کی سیر کرتے ہوئے کراچی بندر جا نکلے۔ اس زمانہ میں سندھ کے لوگ تمام بت پرست تھے

B3287

گورو نانک جی نے جا بجا پند و وعظ کے ذریعے بت پرستی کی ممانعت کی اور ایک خدا کی پوجنے کی ہدایت کرتے رہے۔ کہتے ہیں کہ آپ کے وعظ و پند کا اچھا اثر ہوا۔ اور بہت لوگوں نے بت پرستی ترک کر دی۔

بابا نانک جی حاجیوں کے لباس میں

کراچی سے آپ ملک بلوچستان کو روانہ ہوئے۔ اور شہر قلات سے گذر کر بمپور پہنچے۔ وہاں سے بعبور دریائے شور یعنی بحری راستہ کے ذریعے ملک عرب میں داخل ہوئے۔ ملک عرب میں پہنچکر آپ نے بمعہ بھائی مردانہ کے حاجیوں کا لباس زیب تن کیا اور حاجیوں کے لباس میں آپ شہر ظفار۔ عقلب۔ مقالہ۔ عدن۔ مخا۔ صفا سے ہوتے ہوئے کمال محبت اور دلی اخلاص کا احرام باندھے ۱۵۷۵ بکرمی میں خاص مکہ معظمہ میں پہنچگئے بیت اللہ شریف کی آپ نے سیر ہو کر زیارت کی۔ بہت دنوں تک وہاں رہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ عین حج کے موقعہ پر وہاں پہنچے۔ کیونکہ سکھوں کی کتابوں میں مرقوم ہے کہ آپ وہاں حاجیوں کا لباس پہن کر گئے۔

آپ دنیا میں ایک اعلیٰ مشن لے کر آئے تھے۔ یعنی تبلیغ توحید۔ آپ کا مشرب صلح کل تھا جو آپ کی تمام زندگی میں آپ کا طرۂ امتیاز بنا رہا۔ نیز جس جگہ گئے بڑی محبت کے ساتھ لوگوں کو بت پرستی سے منع کرتے رہے۔ اور ہر علاقہ کے لوگوں کو علی الاعلان خدائے وحدہٗ لاشریک کی پرستش کی ہدایت و تلقین سے کبھی آپ نے منہ نہیں موڑا۔

چونکہ باباجی نے خاص محبت اور عقیدت سے سفر حج اختیار کیا تھا۔ اس لئے کسی ایسے واقعہ کا ان کی ذات سے منسوب کرنا جو وہاں کے لوگوں کی دل آزاری کا باعث ہو سراسر غلط ہے اپنے عقیدہ اور ارادت کا پورا اظہار کرنے کے لئے انہوں نے خود بھی حاجیوں کا چولا پہن لیا اور مردانہ کو بھی پہنا دیا تھا۔

آپ نے صرف مکہ معظمہ کی زیارت پر ہی بس نہیں کی۔ بلکہ دوسرے حاجیوں کی طرح وہاں سے مدینہ منورہ بھی گئے۔ آپ کا کلام فقیرانہ کلام ہے اور درویشوں کا کلام عام طور پر ذو معنے ہوا کرتا ہے۔ جس سے ظاہر اور باطن یا دنیا و دین کے مطالب حاصل ہوتے ہیں چنانچہ جب مکہ شریف میں آپ سے سوال کیا گیا۔ کہ تم ہندو ہو یا مسلمان تو آپ نے جواب دیا کہ "ہندو کہاں تاں ماریاں مسلمان بھی ناہہ۔ پانچ تت کا پتلا غیبی کھیلے ماہہ"۔ ایک ہندو اس کے معنے اس طرح کرے گا کہ اگر اپنے آپ کو ہندو کہوں تو موت کا اندیشہ ہے۔ مگر مسلمان بھی نہیں ہوں۔ اربعہ عناصر کا پتلا ہندو مسلمان سبکو ایک جیسا ملا ہے۔ ایک ہی خدا نے سبکو پیدا کیا ہے۔ اور ایک جیسے ہاتھ پاؤں کان ناک۔ منہ وغیرہ اعضا عطا کئے ہیں۔ پس ایک کو دوسرے پر کوئی فضیلت نہیں ہے خدا کے نزدیک سب یکساں ہیں۔ ایک مسلمان اس کے معنے اس طرح کرے گا۔ کہ ہندو کہوں تو مارا جاؤنگا۔ یعنے عذاب میں گرفتار ہونگا۔ اور مسلمان بھی نہیں ہوں۔ کیونکہ مسلمان ہونا بڑا مشکل ہے۔ بہر حال عام لوگ کیا ہندو کیا مسلمان سب یکساں ہیں۔

زیارت مدینہ منوّرہ

مکہ معظمہ سے آپ رخصت ہو کر جدہ اور ینبوع کی سیر کرتے ہوئے مدینہ شریف پہنچے وہاں پیغمبر صاحب صلعم کے روضہ مبارک کے قریب بیٹھ کر آپ نے بڑے سوز سے بھجن گانے شروع کئے۔ لبعض لوگوں نے بھجن گانے سے آپ کو روکا۔ مگر آپ اپنے پریم کی لہر اور محبت و اخلاص کی لے میں برابر گاتے رہے۔ بعد میں اُن لوگوں کو آپ نے بتلایا۔ کہ فقیروں کے لئے سرود منع نہیں ہے۔ چنانچہ مسلمان صوفیائے کرام سماع سرود کو جایز رکھتے ہیں۔

بزرگان خاندانِ چشتیات کی مجالس میں قوّالی کا خاص انتظام ہوتا ہے۔ اور چشتی و قادری خاندانوں کے بزرگ حافظ صاحب کی غزلیات اور ایسا کلام جس سے محبت اور شوقِ الٰہی جوش زن ہو۔ بڑے ذوق اور سرور سے سنتے ہیں۔ لیکن یاد رہے کہ سرود کے سننے میں شب و روز غرق رہنا اُن لوگوں کا ہی حصہ ہے جو دنیا و مافیہا سے قطع تعلق کر چکے ہوں اور جنہیں دنیا کے نفع و نقصان کی کچھ پرواہ نہو۔ عوام الناس کے لئے کثرت سرود یا انہماک سرود سراسر باعث نقصان و تباہی ہے۔

مدینہ شریف میں اکابر صوفیائے وقت و علمائے کرام سے آپ کی مذہبی قیل و قال ہوتی رہتی۔ ایک بزرگ نے آپ سے کہا۔ کہ آپ کا کلام پر تاثیر ہے۔ اور آپ بڑے بزرگ اور صاحب یمن و برکت ہو۔ اگر آپ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلمہ اور چاروں اصحابوں پر ایمان لاؤ۔ تو بڑا رتبہ پاؤ۔ آپ نے جواب دیا۔ کہ ہمارا اُس نبیؐ کے کلمہ اور چاروں اصحابوں پر ایمان اور اعتقاد ہے۔ جو تمام دنیا کو یکسان فیضان پہنچا رہے ہیں۔ مدینہ شریف سے آپ ملک روم کی سیر کرتے ہوئے

بغداد شریف کی زیارت

کے لئے روانہ ہو گئے۔ اور شاہ عبد القادر صاحب کے روضہ پر بیٹھ کر معرفت کے بھجن گانے شروع کر دیئے۔ جنہیں سنکر بغداد کے خدارسیدہ بزرگ اور صاحب کمال صوفیا آپ سے ملنے آئے۔ فریقین ایک دوسرے کی ملاقات سے بدرجہ کمال مسرور ہوئے۔ رفتہ رفتہ آپ کی کا آوازہ حاکم بغداد کے کانوں تک پہنچا۔ اُس نے ظلم و ستم سے بہت دولت جمع کی تھی اور رعیت کو اپنی سخت گیری کا تختہ مشق بنا رکھا تھا۔ رعایا اس سے بہت تنگ تھی۔ باباجی نے حاکم بغداد کو اپنی طرف آتا ہوا دیکھ کر زمین پر روڑے و کنکر جمع کرنے شروع کئے۔ حاکم بغداد نے کہا کہ آپ یہ کیا کرتے ہیں

باباجی نے جواب دیا کہ تمہاری جمع کردہ دولت اگر عاقبت میں تمہارے ساتھ جائیگی۔ تو ہمارے یہ کنکر بھی وہاں پہنچ جائینگے۔ گویا یہ اس کے لئے تازیانہ عبرت تھا۔ اور اس امر کی تعلیم تھی کہ رعایا پر ظلم نہ کرو۔

نصیحت نامہ

سچ ہے۔ مال و دولت یہاں ہی رہ جاتا ہے۔ آخر انسان کو خالی ہاتھ دنیا سے کوچ کرنا پڑتا ہے۔ ظلم و ستم سے جمع کیا ہوا دھن کبھی وفا نہیں کرتا۔ بلکہ ظالم کے خاندان کے لئے وبال و زوال کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

سکندر اعظم جیسا فاتح اور شاہ ہفت اقلیم جب مرنے لگا تو خاص طور پر وصیّت کی۔ کہ میرے دونوں ہاتھ کفن سے باہر رکھنا۔ تاکہ دنیا و اہل دنیا کے لئے ایک زندہ اور عبرت انگیز سبق ہو اور آنے والی نسلوں کو یاد رہے۔ کہ ؏

سکندر جب گئے دنیا سے دونوں ہاتھ خالی تھے

باباجی نے اسے بہت نصیحتیں کیں۔ کہ اگر خدا طاقت دے تو نیکی کرو۔ سوائے اللہ تعالےٰ کی ذات کے اور کوئی نہ رہیگا۔ یہ شاہ و گدا۔ ساہوکار اور کروڑپتی سب فنا ہو جائینگے دولت وہی کام آتی ہے جو خود کھائے۔ یا جو اللہ کے راستہ میں غریبوں محتاجوں کی امداد اور رفاہ عام کے کاموں میں صرف ہو۔ جو اپنے مال کو بانٹ کر کھاتا ہے۔ وہ اپنا گھر بہشت میں بناتا ہے۔ طاقت۔ قوّت اور تموّل کی حالت میں خدا کو نہ بھلائے۔ اور ہمیشہ بدی سے بچا رہے۔ خدا کے قہر سے ڈرتا رہے۔ ہاتھی۔ گھوڑے اور ہزاروں لشکروں کو غرق کرتے اسے دیر نہیں لگتی کیا ہی عمدہ شعر ہے۔ ؎

ظفرؔ اس کو نہ آدمی جانئے گا خواہ کیسا ہو صاحب فہم و ذکا
جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا

دنیا کا طالب دیوانہ کہتا ہے۔ کہ یہ چیز میری ہے۔ وہ چیز میری ہے۔ مگر جب موت آجاتی ہے۔ تو کسی چیز سے تعلق باقی نہیں رہتا۔ صفحۂ زمین پہ لاکھوں کروڑوں نامور لوگ آئے اور اپنا اپنا وقت گذار کر چلے گئے ؎

رستم رہا زمین پہ نہ سام رہگیا
مردوں کا آسماں کے تلے نام رہگیا

ہر شخص نے ایک دن اپنے مالک کے سامنے اپنے اعمال نیک و بد کے لئے جواب دہ ہونا ہے اُس روز نیکوں کو اعمال نیک کا ثواب ملیگا۔ صالح اور اچھے لوگ اپنے کرموں اور عملوں کا پھل اور جزا پائینگے اور بدکار اور بدکردار اپنے اعمال بد کی سزا پائینگے۔

اُن لوگوں پر بڑا افسوس ہے جنہوں نے دھوکا اور فریب سے دنیا کمائی ہے۔ اور خلق خدا کو لوٹ کر دھن اور مال جمع کیا ہے۔ حیف ہے اُن لوگوں پر جو شراب و کباب میں اپنی قیمتی زندگی کو برباد کر دیتے ہیں وہ دنیا اور آخرت میں خراب ہوتے ہیں۔

اے انسان! تو جس کا بندہ ہے۔ جس نے تجھے پیدا کیا اور جو تجھے روزی دیتا اور پالتا ہے۔ اگر تو اسے یاد نہ کرے اور اسکی عبادت اور بندگی نہ کرے۔ تو تجھپر صد ہزار افسوس ہے۔ ظالم مستی ظلم کرتا ہے۔ مظلوم خدا کے آگے فریاد کرتے ہیں۔ ان کی دعائیں خدائے بزرگ کے عرش معلّے کے کنگرے کے ساتھ جا کر ٹکراتی ہیں۔ شیخ سعدی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیا نصیحت آموز سبق فرما گئے ہیں۔ ؎

بترس از آہِ مظلومان کہ ہنگامِ دعا کردن
اجابت از درِ حق بہر استقبال مے آید

(مظلوموں کی آہ سے ڈر کیونکہ جب وہ دعا کرتے ہیں، تو قبولیت خدا کے دروازہ سے استقبال کے لئے چل کر آتی ہے)

ظالم کے ظلم سے بہت گھر تباہ و برباد اور بے خانمان ہو جاتے ہیں۔ آخر مظلوموں کی

آہ سے ظالم کی بربادی بھی ایک دن درجۂ تکمیل کو پہنچ جاتی ہے۔ جو حاکم نشۂ حکومت میں چور اور عیش و عشرت میں غرق رہے۔ وہ دوزخ کی آگ کا ایندھن بنتا ہے۔ اے غافل خبردار ہو۔ کہ زمانہ ہمیشہ ایک طرح نہیں رہتا نیک اعمال انسان کے لئے باعث عزت و فخر ہیں لیکن بداعمالیاں انسان کے لئے باعث رسوائی و لعنت ہیں جس نے غفلت کی۔ اللہ کو بھلا دیا۔ وہ عذاب میں گرفتار رہو گا۔ بیٹا۔ بیٹی۔ بھائی رشتہ دار کوئی بھی مرنے کے بعد کام نہ آئیگا۔ صرف نیک اعمال کام آئیں گے۔ پس توبہ کرنے میں جلدی کرو۔ طاقت اور زور کے بل پہ دوزخ کی آگ اپنے اوپر بلند نہ کرو شاہ و گدا۔ پیر پیغمبر۔ اولیا۔ حکیم سب اس جہان سے گذر گئے۔ ہاں نیکوں کا نیک نام باقی رہ جاتا ہے اور بدوں کا بد۔ ؎

زندہ است نام فرخ نوشیرواں بعدل — گرچہ بسے گذشت کہ نوشیرواں نماند

قاروں بمرد آنکہ چہل خانہ گنج داشت — نوشیرواں نمرد کہ نام نکو گذاشت

نوشیروان کا نیک نام عدل و انصاف کی برکت سے زندہ ہے۔ اگرچہ اسے جہان سے گزرے بہت مدت ہوگئی۔ قارون جو چالیس خزانوں کا مالک تھا مر گیا۔ نوشیروان نہیں مرا۔ کیونکہ وہ نیک نام چھوڑ گیا ہے۔

غفلت اور معصیت سے انسان بازی ہار دیتا ہے۔ انسان کے لئے لازم ہے۔ کہ ہوشیار اور بیدار رہے۔ کیا ہی پیارا پیارا معرفت کردگار سے بھرا ہوا شعر ہے ؎

جاگنا ہے تو جاگ لے افلاک کے سایہ تلے
حشر تک سوتا رہیگا خاک کے سایہ تلے

بُرے کاموں سے توبہ کرو۔ اور ایسی توبہ کرو۔ کہ پھر اُن کے نزدیک تک نہ جاؤ۔

دردمندانِ گناہ را روز و شب
شربتے بہتر ز استغفار نیست

گناہ سے بچنے کا بہترین نسخہ یہ ہے۔ کہ انسان توبہ و استغفار میں مشغول رہے حاکم بغداد بابا نانک جی کی نصیحتوں سے بہت متاثر ہوا۔ اس نے اپنے پچھلے گناہوں سے توبہ کی اور ظلم و ستم سے جمع کیا ہوا دھن مال بغداد شریف کے چاروں کونوں پر انبار لگا کر لٹا دیا۔

کہتے ہیں۔ کہ بغداد شریف میں بابا نانک جی کی یادگار میں ایک مکان بھی بنا ہوا ہے جو نانک پیر کے نام سے مشہور ہے۔ اور بغداد کے لوگ اُن کو مسلمان پیر سمجھتے تھے۔ کیونکہ وہ لوگوں کو خدا تعالیٰ کی توحید کی تعلیم دیتے اور ذکر خدا و رسولؐ کی تاکید کرتے تھے۔ جو اسلام پاک کا اصول اولین ہیں۔

چولا صاحب

جب بابا نانک جی بغداد شریف سے چلنے لگے۔ تو حاکم بغداد نے اُن کو ایک جامہ دیا۔ جس پر قرآن شریف کی آیاتِ مقدسہ منقش ہیں۔ بلکہ زبور کی آیتیں بھی درج ہیں بابا جی نے اس چولے کو بطور تبرک منظور کیا اور اپنے ہمراہ لے آئے اثنائے سفر میں اسے حرز جان بنائے رکھا۔ بابا صاحب اخیر وقت میں اس چولا (پیرہن) کی تعظیم کا پورا انتظام کر گئے۔ اور اسے ذمہ دار محافظوں میں تفویض کر گئے۔ اب تک چولا صاحب ڈیرہ بابا نانک میں موجود ہے۔ اور ہولا کے تہوار پر لوگوں کو اسکی زیارت کرائی جاتی ہے۔ ویسے بھی مجاور (بھائی) (جو چولا صاحب کے انچارج ہیں) اُن لوگوں کو چولا صاحب کے درشن کرانے میں عذر یا تامل نہیں کرتے۔ جو ان کی مناسب خدمت کر دیں۔ کہتے ہیں کہ چولا صاحب ایک سو سے زیادہ ریشمیں و سوتی غلافوں میں ملفوف ہے۔

بابا جی شہر حلب میں
ایک تاریخی غلطی کی تصحیح

تواریخ گورو خالصہ میں مرقوم ہے۔ کہ باباجی بغداد شریف سے حلب میں پہنچے۔ اور وہاں آپ کی پیران پیر حضرت محی الدین رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی۔ مگر یہ ایک تاریخی غلطی ہے۔ جو ناواقفیت کی بنیاد پر داخل کتاب ہوگئی ہے۔ کیونکہ پیران پیر صاحبؒ بابا نانک صاحب سے بہت پہلے گذرے ہیں۔

حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ گیارھویں صدی عیسوی میں ہوئے ہیں اور بابا نانک صاحب سولھویں صدی میں۔ کیونکہ بابر بادشاہ نے سنہ ۱۵۲۶ء میں ہندوستان پر حملہ کیا تھا۔ اور یہ امر تاریخی طور پر ثابت ہے۔ کہ بابر بادشاہ اور بابا نانک دیوجی کی ملاقات ایمن آباد ضلع گجرانوالہ میں ہوئی۔

خود مصنف تاریخ گورو خالصہ نے اپنی تاریخ کے شروع میں لکھا ہے۔ کہ بابا نانک صاحب نے بھائی مردانہ کے ایما سے ۱۵ جیٹھ سمت ۱۵۴۱ بکرمی میں سفر مشرق و مغرب اختیار کرنے سے پیشتر اپنی حیات کے دور اولین میں پاکپٹن شریف کا سفر کیا۔ اور بابا فرید صاحب کے میلہ پر فقیروں کے ملنے کے لئے گئے۔ بلکہ یہاں تک بھی لکھا ہے۔ کہ وہاں شیخ ابراہیم صاحب سے (جو بابا فرید صاحب کے سجادہ نشین (گدی نشین) تھے) بہت باتیں ہوئیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ بابا نانک صاحب بابا فرید شکر گنج صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی بعد ہوئے ہیں۔ ہاں بابا فرید صاحب کی ذات ستودہ صفات اور آپ کے کلام معجز نظام سے بابا نانک جی کو جو اخلاص تھا۔ وہ خود گرنتھ صاحب سے عیاں ہے۔ یہی شوق

اور ارادت بابا نانک دیوجی کو کشاں کشاں بابا فرید شکر گنج صاحبؒ کے آستان عالی کی طرف لے جاتا تھا۔ اس میں کوئی کلام نہیں کہ بابا فرید صاحب اور بابا نانک صاحب کا زمانہ نزدیک ہے۔ لیکن مندرجہ بالا تاریخی شہادت بتارہی ہے۔ کہ بابا فرید صاحب بھی بابا نانک صاحب سے پہلے ہو گذرے ہیں۔ لیکن اگر دونوں بزرگواروں کو ہمعصر بھی مان لیا جائے۔ تو بھی پیران پیر صاحب جو بابا فرید شکر گنج صاحب سے چار پشت پہلے ہو گذرے ہیں۔ کسطرح بابا نانک صاحب کے ہمعصر نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ بابا فرید شکر گنج صاحب حضرت قطب الدین صاحب بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ اور حضرت قطب الدین صاحب خواجہ معین الدین صاحب حسن سنجری اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ حضرت خواجہ معین الدین صاحب ولی الہند حسب اجازت حضرت پیران پیر محی الدین عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ ملک ہند میں تشریف آور ہوئے تھے۔ تو پس ثابت ہو گیا کہ بابا نانک صاحب جو بابا فرید شکر گنج صاحب سے بھی بعد ہوئے۔ حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کے ہمعصر کسی طرح نہیں ہو سکتے ہیں۔ پس ان کی ملاقات کا اور چودان طبق اور ایک لاکھ طبق کا قصہ جو مصنف تواریخ گورو خالصہ نے درج کتاب کیا ہے کسی طرح بھی درست نہیں

نیز واضح ہو۔ کہ حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کا مسکن بغداد شریف تھا۔ حلب نہیں تھا۔ خیر۔ اصل معاملہ یہ ہے کہ بابا نانک دیوجی مسلمان فقرا اور صوفیا کے عاشق تھے۔ اور مسلمان صوفیا اور درویش بابا نانک صاحب کے دل و جان سے مشتاق تھے۔ حضرت پیران پیر صاحبؒ جو اولیاء اللہ کے سردار ہوئے ہیں ان کی محبت اور روحانی کشش گورو صاحب کو حج بیت اللہ شریف و زیارت مدینہ منورہ کے بعد بغداد شریف کی طرف کھینچ لے گئی۔ اور باباجی روضہ مقدسہ کی زیارت کے بعد

حلب و دیار بکر ہوتے ہوئے دریائے فرات کو عبور کر کے سواس میں پہنچے۔ وہاں سے ملک ایران میں داخل ہو کر شہر طہران میں جا نکلے۔ حاکم ایران کو پند و نصیحت و نیکی کرنے کی ہدایت کی۔ پھر شہر اصفہان و نیروسی کے راستے ملک افغانستان کے شہر ہرات میں پہنچے۔ حاکم ہرات باکو جو چنگیز خان کی نسل سے تھا۔ آپ کی شہرت سنکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جس وقت حاکم مذکور آپ کے پاس آیا کہتے ہیں کہ آپ اُس وقت برہنہ سر بیٹھے تھے۔ چنانچہ حاکم ہرات نے اپنا تاج پیش کیا۔ باباجی نے کہا۔ کہ ہمارے سر پر ترک دنیا، ترک عقبیٰ اور ترک ترک کے تاج ہیں۔ آپ نے اُسے بہت اچھی اچھی نصیحتیں دیں اور رعایا کے ساتھ عدل و انصاف اور رحم سے پیش آنے کی ہدایت کی۔ ہرات سے آپ بخارا کو روانہ ہو گئے اور وہاں بھی حسب عادت اولیاء اللہ کے مقبروں پر الگ بیٹھ کر ذکر الٰہی میں مصروف رہتے اور چلہ کشی کرتے رہے۔

بھائی مردانہ کی موت

باباجی ہر وقت "اللہ" کے ذکر میں غرق رہتے۔ بھائی مردانہ بھی اُن کی صحبت میں رہ کر دنیا کے علایق سے منقطع ہو چکا تھا وہ بھی "اللہ" کے ذکر و فکر میں ڈوبا رہتا۔ اس حقیقت نفس الامری سے انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ ذکر الٰہی انسان کو صاف باطن بنا دیتا ہے بابا نانک صاحبؒ کی معیت میں بھائی مردانہ بھی درویش صفت اور صوفی منش انسان بن چکا تھا۔ اسے بھی محبت الٰہی اور عشق حقیقی کا غلبہ تھا۔ یہ عشق تھا۔ جو اِن بزرگواروں کو بیت اللہ شریف انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کے روضوں اور مقبروں پر لئے پھرتا تھا۔ وہ جب مکہ شریف۔ مدینہ منورہ بغداد شریف اور بخارا شریف کے اولیاء اللہ کی زیارت کر چکے۔ تو مردانہ کا

آخری وقت آگیا۔ چنانچہ جب شہر خوارزم میں پہنچے تو باباجی کی خدمت میں بھائی مردانہ نے عرض کی۔ کہ میرا اب آخری وقت آگیا ہے۔ اور فرشتۂ موت اب میرے سر پر آگیا ہے۔ آپ دو ایک روز یہاں قیام کریں۔ کل دوپہر کو میں اس دار ناپائیدار سے دارالبقار کو کوچ کر جاؤنگا۔ چنانچہ دوسرے دن دوپہر کے وقت بھائی مردانہ جی رحلت کر گئے۔

بابا نانک جی نے اسکی اسلامی طریقہ پر تجہیز و تکفین کی۔ اور کفن و دفن سے فارغ ہوکر کابل کو روانہ ہو گئے۔ اور پھر قندھار ہوتے ہوئے لوہگڑھ پہنچے یہ مقام چونکہ بڑا خوشنما اور دلکش تھا۔ اس لئے اس کے قدرتی منظر کا حظ اٹھانے کے لئے آپ نے چند روز وہاں قیام کیا۔ اور ایک چشمہ پانی کا جاری کیا۔ جو چرن گنگا کے نام سے مشہور ہے۔

ولی قندھاری کا معجزہ

باباجی کابل و قندھار کی سیر کے بعد جلال آباد پہنچے۔ اور وہاں سے پشاور آگئے اور دریائے اٹک سے اتر کر حسن ابدال پہنچے۔ کہتے ہیں۔ کہ حسن ابدال کی پہاڑی پر اُن دنوں ایک خدارسیدہ بزرگ رہتا تھا۔ جس کا نام ولی قندھاری تھا۔ وہ اپنے وقت میں بڑا کامل اور خدا پرست درویش خیال کیا جاتا تھا۔

باباجی کی اور اس فقیر کی بہت دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔ دونوں ایک دوسرے کی باتوں سے بہت محظوظ ہوئے۔ فقیروں کا آپس میں کبھی کبھی مقابلہ بھی ہو جاتا ہے۔ اور جس درویش میں کوئی درویشانہ نقص ہو۔ اسے اس نقص کی وجہ سے مغلوب ہونا پڑتا ہے۔

کہتے ہیں کہ ولی قندھاری کے قریب ایک پانی کا چشمہ تھا جس پر وہ قابض تھا

وہ عام طور پر وہاں سے کسیکو پانی بھی نہیں لینے دیتا تھا۔ باباجی کرامت اور دعاسے وہ چشمہ اوپر سے تو بند ہو گیا اور نیچے جہاں بابا نانک صاحب بیٹھے تھے جاری ہو گیا۔ تب ولی قندھاری نے ایک چھوٹے سے چٹان (ٹیلہ) کو اوپر سے دھکیل دیا۔ جسکو گورو جی نے اپنے ہاتھ سے روکدیا اور اُن کے پنجہ کا نشان اس پر ثبت ہو گیا۔ اسی وجہ سے وہ جگہ پنجہ صاحب کے نام سے مشہور ہے۔ اور ہزاروں سکھ ہر سال وہاں زیارت کے لئے جاتے ہیں حسن ابدال سے آپ کشمیر اور پونچھ کی سیر کو چلے گئے۔ کہ انہی دنوں میں آپ کو لالو بھگت نے جس کے پاس ایمن آباد میں پہلے بھی آپ نے کچھ عرصہ قیام کیا تھا۔ آپ کو یاد کیا۔ پس اُدھر سے آپ کو اس پریمی کی مقناطیسی کشش ایمن آباد کھینچ لائی۔ ایمن آباد آتے ہوئے آپ سیالکوٹ میں مولا کھتری سے ملنے کے لئے اس کے گھر گئے۔ یہ وہی مولا کھتری ہے جس سے پہلے سفر میں بھائی مردانہ نے جھوٹ سچ کا سودا خریدا تھا۔ اور جسے باباجی اپنے ہمراہ لے گئے تھے۔ مگر اسکی شادی کی وجہ سے پھر اسے سیالکوٹ واپس بھیجدیا تھا جس وقت باباجی اس کے گھر گئے تو اس کے گھر والوں نے اسے ایک کوٹھری میں بند کر دیا۔ اس خیال سے کہ کہیں باباجی اُسے پھر ساتھ نہ لیجاویں۔ اور گورو نانک جی سے کہدیا۔ کہ وہ یہاں پر موجود نہیں ہے۔ اتفاق دیکھو کہ مولا کو ایک زہریلے سانپ نے ڈس دیا۔ اور وہ وہیں اس کوٹھری میں ڈھیر ہو گیا۔ باباجی نے وہاں یہ شبد کہا ؎

نال کراڑاں دوستی کوڑے کوڑی پائیں
مرن نہ جانو ئی مولیا آئیو کتے تھائیں

کراڑوں کی دوستی کا نتیجہ جھوٹا ہوتا ہے۔ اے مولا۔ تو موت کو بھول کر کدھر چلا گیا

بابر بادشاہ سے ملاقات

سیالکوٹ سے آپ ایمن آباد آئے۔ اور اس جگہ قیام کیا جو اب روڑی صاحب کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کے پریمی بھائی لالو وغیرہ درشن کے لئے دوڑے آئے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا۔ کہ وہاں کے حاکم اور عمال ویسے ہی ظالم اور ستمگار ہیں۔ جیسے کہ پہلے تھے تمام رعایا ان کے ہاتھ سے نالاں ہے باباجی نے فرمایا۔ کہ اب ان ظالموں کی تباہی کا وقت آگیا ہے۔ چنانچہ ابھی بابا نانک صاحب وہیں قیام پذیر تھے۔ کہ بابر بادشاہ کابل کی طرف سے بڑھتا ہوا اپنے لاؤ لشکر سمیت ایمن آباد پہنچ گیا۔ اور وہاں ڈیرے ڈالدیئے۔ ایمن آباد کے حاکم نے مقابلہ کیا۔ مگر تاب مقابلہ نہ لا سکا۔ آخر اپنے عمال اور ساتھیوں سمیت قتل ہوا۔ بابر کی فوج نے دل کھول کر ایمن آباد کو لوٹا۔ ایمن آباد میں اس روز امن مفقود تھا۔ اہل قصبہ سے بہت لوگ بیگار میں پکڑے گئے۔ ان میں بابا نانک جی بھی تھے۔ سب کے سر پر بوجھ رکھا گیا۔ چنانچہ باباجی کے ساتھ بھی یہی سلوک ہوا آپ اس حالت میں بھی خوش و خرم تھے۔ اور حالت سرور و مسرت میں پرمیشور کے بھجن گاتے جاتے تھے۔

ان کی یہ حالت دیکھ کر افسر باربرداری نے ان کے سر سے بوجھ اتروا دیا۔ اور اُن کو بادشاہ کے پاس لے گیا۔ بادشاہ نے آپ کی بہت عزت کی اور ادب سے اپنے پاس بٹھا کر فتح کی دعا کی التجا کی۔ باباجی نے دعا کی۔ اور کہا کہ خداوند کریم کو آپ کی فتح اور نصرت منظور ہے۔ پس آپ ضرور ظفریاب ہوں گے۔ عین اسی وقت شاہی غلام بادشاہ کے لئے ایک پیالہ بھنگ کا لایا۔ بادشاہ نے وہ پیالہ باباجی کے پیش کیا۔ مگر آپ نے یہہ کہکر پینے سے انکار کیا۔ کہ اس کا نشہ عارضی ہے۔ جلدی اتر جاتا ہے۔ میں نے شراب حقیقت پی ہے۔ اس کا نشہ کبھی نہیں اترتا۔ پھر بادشاہ نے کچھ قیمتی جواہرات نذر کرنے

چاہے۔ مگر آپ نے انہیں بھی لینا منظور نہ کیا۔ پھر بادشاہ نے سمرقندی بھنگ پیش کی اور خوشی خوشی آپ کو رخصت کیا۔

بعد ازاں باباجی سخی سرور صاحب سے ملتے ہوئے براستہ ساہو وال سمت ۱۵۷۹ بکرمی میں کرتار پور پہنچ گئے۔ کہتے ہیں کہ سخی سرور سلطان ایک صاحب کرامت جاٹ فقیر تھے اور بابا نانک جی سے انہیں کمال عقیدت و ارادت تھی۔ باباجی کو بھی اُن سے پوری محبت اور اخلاص تھا۔ نگاہا دھو نکل میں دونوں فقیروں کی یادگاریں بنی ہوئی ہیں اور وہاں ہر سال سخی سرور کا میلہ بھی لگتا ہے۔ پنجاب کے بہت سے قصبات اور دیہات میں سخی سرور کی یادگاریں بنی ہوئی ہیں۔ جہاں ہر سال سخی سرور صاحب کا میلہ لگتا ہے۔ ہندو مسلمان عورتیں اور مرد چڑھاوے چڑھاتے ہیں۔ اور منتیں مانتے ہیں۔

اس سفر سے جب آپ واپس کرتار پور پہنچے تو آپ کی واپسی کے تھوڑے دنوں بعد ۱۳ ماہ کتک سمت ۱۵۹۰ بکرمی کو آپ کی والدہ انتقال کر گئیں اور بیس روز بعد آپ کے والد کالو چند جی نے بھی اس دنیا سے کوچ کیا۔

اب باباجی پھر سفر پر کمربستہ ہوئے۔ اور موضع اچل تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور میں رشورات ی کا میلہ دیکھنے چلے گئے۔ وہاں کن پھٹے جوگیوں سے آپ کو ملاقات کا موقع ملا اور اُن سے یوگ ابھیاس (حبس دم) کے متعلق بحث مباحثہ کرتے رہے۔ وہاں سے ہردوار تشریف لے گئے۔ آپ نے دیکھا کہ پانڈوں کے کہنے سے لوگ پورب کی طرف منہ کرکے پانی اچھال رہے ہیں۔ آپ نے فوراً پچھم کی طرف منہ کرکے دریا کا پانی اچھالنا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر پانڈوں نے کہا۔ کہ ہم تو پتروں کو پانی دلواتے ہیں۔ اسپر بابا نانک دیوجی نے فرمایا کہ کرتار پور میں میرے کھیت ہیں میں اُن کو پانی دیتا ہوں جس طرح تمہارا پانی تمہارے مُردوں کو پہنچ جاتا ہے اسی طرح

ہمارا پانی بھی کھیتوں تک پہنچ جائیگا - یہ جواب سنکر پانڈے خاموش ہو گئے -

باباجی کا سفر آخرت

ہردوار سے آگے ملک مالوہ کی سیر کرکے آپ کرتارپور واپس آگئے اور اپنی باقی عمر وہاں گذاری - آپ کا وقت اس طرح کٹتا - کہ دن کو وعظ نصیحت کرتے اور واحد خدا کی پرستش کی تلقین میں مصروف رہتے - رات کو عبادت الہٰی میں مشغول رہتے - لنگر جاری تھا جس سے مسافر غریب فقیر حاجتمند سبکو کھانا ملتا - دور دور کے علاقوں سے لوگ آپ کے درشن اور زیارت کو آتے - باباجی سبکو ایک خدا کے پوجنے اور اسی کی پرستش کرنے کی تعلیم دیتے رہے - گویا توحید پرستی آپ کا طغرائے امتیاز تھا - آپ کی تعلیم یہ بھی ہے کہ جوگ یا فقر بدن پر راکھ ملنے یا سر منڈانے اور ٹکٹکی باندھ کر بیٹھنے یا جنگلوں میں چلے جانے سے حاصل نہیں ہوتا - بلکہ دنیا میں رہ کر راستبازی اختیار کرنے - خواہشات نفسانی سے بچنے اور مرشد کامل کی رہبری و تابعداری سے فقر حاصل ہوتا ہے - جیسا کہ مولانا روم صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں - ؎

چیست دنیا از خدا غافل بُدن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

خدا سے غافل ہو جانے کا نام دنیا ہے - ورنہ دولت مال چاندی - سونا - اہل و عیال دنیا نہیں ہیں - اگر انسان کسب حلال سے روزی کماتا اور اس سے محتاجوں غریبوں کی مدد کرتا ہے - نیز اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ پالتا ہے - تو اس کے یہ تمام اعمال اور کرم اس کی نجات کا ذریعہ بن جاتے ہیں - عیالداری انسان کو بے حیائی سے بچاتی ہے - جس کی کمائی سے محتاجوں اور ناتوانوں کو مدد ملتی ہے - وہ بہت بڑا عبادت کا کام کرتا ہے -

باباجی کی تعلیم میں بار باراس امر کی تاکید ہے کہ کسی مرشد کامل اور سچے ہادی کی تلاش کرو بغیر مرشد اور ہادی کے راستہ نہیں ملیگا۔ اور نہ ہی نجات حاصل ہوگی۔

بابا نانک جی نے یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ ایسے مسلمان بھی ہیں۔ کہ نماز پڑھتے ہیں۔ مگر ظلم سے مال کھاتے ہیں۔ ایسے ہندو بھی ہیں جو گلے میں زنار (جنیو) رکھتے ہیں۔ ماتھے پر تلک لگاتے ہیں مگر ہاتھ سے ظلم کی چھری چلاتے ہیں۔ ظلم کی کمائی (ظلم) سے کیا ہندو یا مسلمان سبکو رات دن ذبح کرتے ہیں۔

کہتے ہیں۔ کہ ہم جانوروں کا ماس نہیں کھاتے۔ مگر انسانوں کا خون تک پی جاتے ہیں۔ ایسے گندم نما جو فروشوں سے خدا بچائے۔ سه

تسبیح بدست زاہد چشمش بمال مردم

این کافر مسلماں دیدم نہ دیدہ بودم

ترجمہ:۔ بظاہر پرہیزگاروں کی شکل بنائے ہاتھ میں تسبیح لئے بھگتی اور عبادت میں مصروف رہتے ہیں مگر ان کی نظر لوگوں کے مال پر ہوتی ہے۔ یہ مومنوں کی شکل والے اور کافروں کی کرتوت والے آدمی ایسے ہیں کہ ان کی مثال دیکھنے میں نہیں آتی۔

گرنتھ صاحب اور دیگر سکھی کتابوں کے مطالعہ سے پایا جاتا ہے۔ کہ باباصاحب اپنے پیروؤں کو عبادت و ریاضت کرنے اور نام جپنے کی بار بار تاکید کرتے ہیں۔ ظاہری رسوم کی پابندی اور نمود و نمائش کو جس میں حقیقت اور خلوص کا نام نہ ہو۔ اچھا نہیں سمجھتے باطل پرستی توہم پرستی۔ اور بت پرستی سے انہیں نفرت تھی۔ چنانچہ ایک ہندو ساہوکار نے ایک دفعہ برہم بھوج کیا۔ یعنے برہمنوں کی ضیافت کی۔ اتفاقاً بابا نانک جی بھی وہاں موجود تھے۔ ان کو بھی اس کھانے میں مدعو کیا گیا۔ اتفاقاً عین کھانے کے وقت پر ساہوکار کے گھر بیٹا پیدا ہوا۔ برہمنوں نے کہا۔ کہ سوتک کی وجہ سے ہم کھانا نہیں کھاتے۔ بابا

نانک صاحب نے اس وقت ایک شبد کہا جو حسب ذیل ہے :-

جے سوتک منیں اے سبھے تے سوتک ہو گو ہے اتے لکڑی اندر کیڑا ہو
جتنے دانے ان کے جیاں باجہ نہ کو پہلا پانی جیو ہے جت ہریا سب کو
سوتک کیونکر رکھی لے سوتک پوے رسو نانک سوتک ایونہ اُترے گیان اُتارے دھو

یعنی - اگر سوتک مانا جائے - تو اوپلوں اور لکڑی میں کیڑے ہوتے ہیں - اناج کے جتنے دانے ہیں - جانداروں سے کوئی بھی خالی نہیں - ان کی پیدائش کا سلسلہ ہر جگہ جاری ہے - سب سے پہلے پانی کو دیکھو جس سے ان کی زندگی ہے - وہ کیڑوں سے بھرا ہوا ہے - جب رسوئی تک بھی سوتک سے خالی نہیں تو اس سے پرہیز کیسا - اے نانک سوتک سوائے گیان کے نہیں اتر سکتا -

غرض گورو نانک جی کی تعلیم تصوف کی تعلیم تھی - وہ خود بھی ریاضت اور بھگتی کرتے اور دوسروں کو بھی اسکی ترغیب دلاتے - لوگوں کو اصنام پرستی اور توہم پرستی سے روکتے - شب و روز اللہ کے ذکر میں مشغول رہتے - تمام عمر لوگوں کو حق پرستی کی تعلیم دیتے - اور خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت کی ہدایت کرتے رہے -

شروع سے ہی انہوں نے اپنی زندگی کا مشن یہی قرار دیا تھا - تمام عمر اسکی تبلیغ کرتے رہے - آخر اسی مشن کی تبلیغ کرتے ہوئے وہ سنہ ۱۵۹۶ بکرمی مطابق سنہ ۱۵۳۹ء مطابق سنہ ۹۹۳ ہجری المقدس اکہتر سال دس ماہ اور دس دن کی عمر میں دہم ماہ اسوج کو اس دار ناپائیدار سے رحلت کر گئے - اور اپنی جگہ گورو انگد جی کو جو آپ کے نہایت تابعدار اور جان نثار مرید تھے گدی نشین کر گئے -

باباجی کی وفات کے بعد ان کی نعش پر ہندو مسلمانوں میں جھگڑا ہوا - ہندو چاہتے تھے - کہ نعش کو جلایا جائے - مسلمان چاہتے تھے - کہ دفن کیا جائے - کیونکہ باباجی ایک صوفی مسلمان تھے - باہمی تنازعہ بہت بڑھ گیا اور جھگڑے نے طول پکڑا

آخر جب اندر جا کر دیکھا گیا۔ تو نعش غایب تھی۔ صرف چادر اور کچھ پھول وہاں پڑے تھے۔ آدھی چادر ہندوؤں نے لے کر جلا دی۔ اور آدھی مسلمانوں نے لیکر دفن کر دی۔

بابا نانک جی کا مذہب

حافظا گر وصل خواہی صلح کن با خاص و عام

با مسلمان اللہ اللہ با برہمن رام رام

اس میں کلام نہیں کہ بابا جی صوفی منش آدمی تھے۔ ان کا مذہب وہی تھا۔ جو خواجہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے مندرجہ بالا شعر میں بوضاحت بیان کر دیا ہے شعر کیا ہے۔ دریا کو کوزہ میں بند کر دکھایا ہے۔ اور معرفت حقیقی کو نہایت پسندیدہ اور مقبول الفاظ کے جامہ میں ملبوس کر دیا ہے۔ اہل نظر اور صاحب بصیرت لوگ اس راز سے واقف ہیں۔ کہ جب فقیر "اللہ" کے ذکر میں غرق ہو جائے اور مقام فنا تک پہنچ جائے۔ تو مذاہب کی ظاہری قیود اور پابندیوں سے آزاد ہو جاتا ہے۔ لیکن اس مقام پر پہنچکر اسکی اندرونی صفائی کا یہ عالم ہوتا ہے۔ کہ آئینۂ دل میں اُسے حقیقی روشنی اور ضیا کی چمک نظر آتی ہے۔ خودی۔ تکبر۔ حرص۔ ہوا۔ شہوت۔ بدکاری۔ جھوٹ۔ یہ سب اس سے چھوٹ جاتے ہیں۔ اور سب کچھ وہ چھوڑ بیٹھتا ہے۔ شب و روز یاد الٰہی میں بیٹھا ذکر الٰہی کے مزے لوٹتا ہے۔ اسکی نظر میں ہندو مسلمان سکھ۔ عیسائی سب یکساں ہوتے ہیں وہ خیال دوست میں مگن اور سرشار رہتا ہے۔ اس کے دل میں تصور حقیقی کا نقش مرکوز ہوتا ہے۔ اسکی حالت پر مندرجہ ذیل شعر صادق آتا ہے ؎

دل کے آئینے میں ہے تصویر یار

جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

عرفانِ حقیقی کے نور سے اس کا دل روشن ہوتا ہے۔ اور اس کے اندر عشق حقیقی کا

بحرِ خار پریم کی لہریں مارتا ہے۔ سلطان الاولیا حضرت سلطان باہو صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

الف - ایہہ تن رب سچے دا حجرہ وچ پا فقیرا جھاتی ہُو ۔ نہ کر منت خواج خضر دی تیرے اندر آب حیاتی ہُو
شوق دا دیوا بال ہنیرے متاں لبھے وست کھڑاتی ہُو ۔ مرن تھیں مر رہے اگے باہو جنہاں حق دی رمز پچھاتی ہُو

فقیر کا وجود اللہ تعالیٰ کا مقام اور مکان ہے۔ خضر علیہ السلام جو چشمہ آب حیات کے رہنما اور واقف کار ہیں اُن کی منت سماجت کی تجھے ضرورت نہیں۔ تیرے اندر آبِ حیات کا چشمہ ہے۔ شوقِ الٰہی اور محبت ایزدی کا چراغ روشن کر جو چیز دنیا کی آلائشوں اور ناپاکیوں کی وجہ سے گم ہو گئی ہے۔ وہ محبت الٰہی کے چراغ کی روشنی سے پھر مل جائیگی۔ اس کی تلاش اور وصل حق کا ایک ہی راستہ ہے۔ یعنی تلاش حق میں قبل از موت فنا ہو جانا اس سے بڑھ کر اور نسخہ کیمیا نہیں ہے۔ سچ ہے ؎

جیندے اندر عشق دی رتی رہن سدا متوالے ہو ۔ دونویں جہاں نصیب تنہاں دے باہو جہڑے ذاتی اسم کمانے ہو

صوفیائے کرام سے انتہائی اخلاص

اللہ کے ذکر کو درویش اسم ذات کا ذکر کہتے ہیں۔ اور یہی ذکر ہے۔ جو انسان کو اعلیٰ روحانی درجات کا مالک بنا دیتا ہے۔ بابا نانک دیو جی کی زندگی پر سرسری نظر ڈالنے سے بھی معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ انہیں مسلمان صوفیائے کرام سے انتہا درجہ کا اُنس اور لگاؤ تھا۔ اور اگر اُن کی سوانح عمری کو نظرِ غائر سے دیکھا جائے۔ تو حق بین نگاہ فوراً تاڑ جائیگی۔ کہ بابا نانک جی حضرت بابا فرید صاحب شکر گنج رحمۃ اللہ جیسے عالی پایہ اولیاء اللہ کے ساتھ دلی ارادت۔ قلبی اخلاص اور روحانی عقیدت رکھتے تھے۔ نہ صرف آپ ہی ان اولیائے عظام کے مخلص عقیدت مند تھے۔ بلکہ آپ کے جانشین بھی ایک مدت تک گورو نانک جی کے نقش قدم پہ چلتے رہے۔ چنانچہ سکھ صاحبان کیا۔ بلکہ تاریخ دان ہندو مسلمان بھی

اس امر سے پورے طور پر واقف ہیں۔ کہ جب چندو سوائی حاکم لاہور نے اپنی اغراض حاصل کرنے کے لئے سکھوں کے پانچویں

گورو ارجن جی

کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچانی شروع ....کیں۔ اور ان کو کبھی گرم آہنی توؤں پر بٹھا کر نیچے آگ جلائی۔ اور کبھی گرم ریت پر بٹھایا۔ کبھی زندان خانہ میں ڈالوادیا تو اس وقت حضرت شاہ میاں میر صاحب نے (جو داراشکوہ کے پیشوا تھے۔ اور جن کی آستان بوسی کو شاہجہان۔ اور اورنگ زیب جیسے جلیل القدر اور عالی مرتبت شہنشاہ اپنے لئے افتخار کا باعث سمجھتے تھے) کہلا بھیجا۔ کہ اگر چاہو۔ تو چندو سوائی کو غرق کردیں تو گورو ارجن نے ایسا جواب آپ کے پاس بھیجا۔ جس کے لفظ لفظ سے انتہائی اخلاص ٹپکتا تھا۔ اور وہ یہ ہے "آپ ہمارا دل اللہ کی طرف لگائے رکھیں۔ اس ظالم کے ظلم اور تعدی سے روح کو کوئی تکلیف نہیں پہنچتی" علی ہذا القیاس۔

اکثر گورو صاحبان کے صوفیائے کرام اور بزرگان اسلام کے ساتھ مخلصانہ تعلقات رہے ہیں۔ پھر بابا نانک جی کا بیت اللہ شریف جانا۔ حاجیوں کا لباس زیب تن کرنا۔ مدینہ منورہ جاکر پیغمبر صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ مبارک پر بھجن گانا اور پھر بغداد شریف جاکر حضرت محبوب سبحانی پیران پیر قدس سرہ العزیز کے مزار مبارک پر بھجن پڑھنا اس امر کی کافی شہادت ہے۔ کہ بابا صاحب کو اسلام۔ پیغمبر اسلام (علیہ الصلوٰۃ والتحیات) اور اولیائے عظام سے گہری محبت تھی۔ ان کی تمام زندگی کے حالات پڑھ جاؤ۔ جابجا یہی پاؤ گے۔ کہ وہ بت پرستوں اور باطل پرستوں کو حق پرستی اور واحد خدا کی پوجا کی تلقین کرتے رہے۔ اور ہمیشہ اللہ کے ذکر میں شاغل رہتے۔ مسلمانوں میں بہت سے ایسے مجذوب فقیر ہو گزرے ہیں۔ جو ذکر الٰہی میں غرق رہ کر ظاہری

پابندیوں سے آزاد ہوگئے۔ اور جن کی بزرگی اور تقدیس کے ہندو مسلمان قایل ہیں۔
خود مصنف کے وطن مالوفہ قصبہ رسول نگر المعروف رام نگر ضلع گوجرانوالہ میں ایک مشہور ولی

بابا گلاب شاہ رحمۃ اللہ علیہ

ہو گذرے ہیں۔ رام نگر کے ہندو مسلمان ان کی بزرگی کے قایل ہیں۔ آپ شب و روز حالت استغراق میں بیٹھے رہتے۔ اسی حالت استغراق میں نیند بھی کر لیتے ہونگے قصبہ رام نگر کے کئی ایک ہندو خاندانوں نے اُن سے دنیوی فیضان حاصل کیا چنانچہ نگی ساہوکاروں کا خاندان اب تک سائیں گلاب شاہ صاحب مرحوم کا ویسا ہی ارادتمند ہے۔ سالانہ عرس پر ہندوؤں کے لنگر کا انتظام بھی انہیں کے ہاتھوں میں ہوتا ہے چھوٹے بڑے مرد عورت سب اسی ارادت سے سلام کے لئے جاتے ہیں۔ جھاڑو دیتے ہیں صفائی کرتے ہیں۔ سائیں صاحب علیہ الرحمۃ کی نشستگاہ کو پاک کرنا۔ حقہ کو صاف کرنا انہوں نے آجتک نہیں چھوڑا۔ ایک سفید ریش ہندو ساہوکار جنہیں بھگت جی کہتے ہیں۔ اب تک پا برہنہ علی پور (اکال گڑھ) سے اول تو ہفتہ میں دو بار ورنہ جمعرات کو بالضرور آکر چراغ روشن کرتے ہیں اور چو کھنڈی کی صفائی کرتے ہیں کیوں؟ وہ اُن بزرگوں کے فیضان باطنی سے مستفیض ہو چکے ہیں۔ کوئی طاقت اُن کی ارادت کو توڑ نہیں سکتی۔

بابا گلاب شاہ صاحب کی ایک کرامت کا یہاں ذکر کر دینا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ رام نگر کے گرد و نواح میں ایک گاؤں بہروپ گڑھ نامی ہے۔ وہاں ایک طاقتور سکھ کو اس کے رشتہ داروں نے مار ڈالا۔ سکھ تھانیدار نے دوران تفتیش میں مقدمہ کو کمزور کر دیا۔ مقتول کی بیوہ نے پوری کوشش اور مردانگی سے افسران بالا تک تمام کیفیت پہنچا دی اور تھانیدار کو علی الاعلان کہا۔ کہ تم کو نہیں چھوڑونگی۔ چنانچہ تھانیدار معطل ہوگیا۔

وہ مصیبت زدہ غروب آفتاب کے وقت ہاتھ جوڑ کر آپ کے سامنے کھڑا ہوا۔ اور طلوع آفتاب تک اسی حالت میں کھڑا رہا۔ اس وقت آپ نے سر اٹھایا۔ اور کہا۔ کہ تو کھڑا ہے یا تم کو بحال کر کے تبدیل کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ گھر پہنچنے پر اسے تبدیلی کا حکم مل گیا۔

ان باتوں کے بیان کرنے سے میرا یہ مطلب ہے کہ فقیروں کی نظر میں ہندو مسلمان سب یکساں ہوتے ہیں۔ اگر ہندوستان کے ہندو مسلمان سکھ اور عیسائی خدائے واحد کی پرستش کے ساتھ اپنا مسلک یہ یا مسلمان اللہ اللہ یا برہمن رام رام " بنا لیں۔ تو بہت سے جھگڑے ختم ہو جائیں۔ آئے دن کے تنازعات کا خاتمہ ہو جائے۔ ایک دوسرے کے بزرگوں کی تعظیم کرنا سیکھیں تو پھر خوشحالی اور امن و امان کا دور دورہ ہو۔ ملکی اور قومی مصیبتیں کم ہو جائیں۔ بہت سی تکلیفیں معدوم ہو جائیں اور یقینی طور پر اہل ہند کی مراد بر آئے۔

شاہ میاں میر صاحب علیہ الرحمۃ سے ارادت

مجھے بہت سے معزز اور معتبر سکھ اصحاب کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ گورو ارجن دیو جی نے تیرتھ دربار صاحب امرت سر کا سنگ بنیاد بھی حضرت شاہ میاں میر صاحب علیہ الرحمۃ کے دست مبارک سے رکھوایا تھا۔ بلکہ جس وقت آپ حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں اس مطلب کے لئے حاضر ہوئے کہ آپ ہمارے عبادت خانہ کی بنیادی اینٹ چلکر اپنے ہاتھ سے رکھیں تو شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سوال کیا۔ کیا وہاں دیوتاؤں۔ بزرگوں یا رشیوں کی مورتیاں رکھی جائیں گی۔ تو گورو صاحب نے جواب دیا۔ کہ ہرگز نہیں ہمارے عبادتخانوں میں پتھر کی مورتوں کو دخل نہیں۔ گورو جی کے جواب سے مطمئن ہو کر آپ ان کے ہمراہ ہوئے اور دربار امرت سر کی بنیادی اینٹ اپنے ہاتھ سے رکھی۔ مگر وہ ٹیڑھی پڑی۔ اس پر شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ کہ ایک دفعہ یہ دوبارہ گرایا جائیگا۔ پھر اینٹ اٹھا کر رکھی۔ پھر بھی وہ سیدھی نہ پڑی۔ پھر فرمایا دوبارہ گرایا جائے گا۔ کہتے ہیں کہ

جتنی دفعہ اینٹ ٹیڑھی پڑی اور جتنی مرتبہ آپ کی زبان فیض ترجمان سے اس عبادتخانے کے گرائے جانے کی خبر ملی اتنی ہی دفعہ دربار صاحب گرایا جا چکا ہے۔ اس کے بعد حسب فرمان جناب شاہ صاحب مرحوم اب تک قائم کھڑا ہے۔

گورو ارجن دیوجی کے جانشین ہمیشہ شاہ میاں میر صاحب کی تعظیم وتکریم کرتے رہے شاہ صاحب بھی ہمیشہ وقت بنے پر اُن کی امداد واعانت کرتے رہے۔ کہتے ہیں کہ چند وسوائی کی ریشہ دوانیوں سے جب گورو ہرگوبند جی قید ہو کر قلعہ گوالیار میں بند کر دیئے گئے۔ تو حضرت شاہ میاں میر صاحب فقیر رحمۃ اللہ علیہ نے شاہی دربار میں ان کی رہائی کی سفارش کی۔ جو منظور ہوئی۔ پھر گوروجی نے کہلا بھیجا۔ کہ میں اکیلا کس طرح باہر آؤں۔ جبکہ میرے سکھ (مرید) زندان خانہ میں پڑے ہیں۔ اسپر آپ کو حکم ہوا۔ کہ آپ کے ساتھیوں میں سے جتنے آپ کا دامن پکڑ کر باہر آسکیں۔ وہ بھی رہا سمجھے جائینگے۔ آپ نے ایک لمبا چغہ تیار کروایا۔ اس پر اتنے ہی پھول چوڑے پانکلوائے۔ جتنے اُن کے ساتھی تھے یعنی (۷۲) پس ہر ایک سکھ نے ایک ایک پھول کو پکڑ لیا۔ اور گوروجی بمعہ تمام ساتھیوں کے جیل سے باہر نکل آئے سکھ بابا فرید صاحب شکر گنج اور شاہ میاںمیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی عزت وتعظیم کرتے ہیں۔

بابا نانک جی کی زندگی سے سبق

بابا نانک دیوجی مبلّغ توحید تھے۔ انہوں نے لوگوں کو توحید اور حق پرستی کی تلقین کی۔ آپ نے وعظ وپند سے لوگوں کو بُت پرستی۔ آتش پرستی۔ سورج پرستی۔ دریا پرستی۔ توہم پرستی۔ توہم پرستی اور باطل پرستی سے منع کیا۔ لیکن کسی پر جبر کرنا روا نہیں رکھا۔ ان کا مسلک اس شعر کا مصداق تھا ؎ ہم نیک وبد حضور کو سمجھائے جاتے ہیں

مانو نہ مانو جان جہاں اختیار ہے

گورو نانک جی نے کبھی کسی مذہب کے پیشوا یا مقتدا کو بُرا نہیں کہا۔ اور تمام حق پرست لوگوں کا یہی شیوہ رہا ہے۔

دوسروں کے معبودوں اور بزرگوں کو بُرا نہ کہو۔ تاکہ وہ تمہارے سچے خدا کو بُرا نہ کہیں۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ آج روئے زمین پر کروڑوں آدمی بدھ کے ماننے والے ہیں۔ کروڑوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنا نجات دہندہ جانتے ہیں۔ کروڑوں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اسم مبارک کا کلمہ پڑھتے ہیں۔ لاکھوں بابا نانک صاحب کے سکھ ہیں۔ کروڑوں کرشن جی اور رام چندر جی کے نام پر فدا ہیں کیوں ؟ اس لئے کہ یہ مقدس ہستیاں اپنے اپنے وقت میں تبلیغ حق کر کے لوگوں کو راہ توحید اور صراط مستقیم دکھلا گئیں۔ جو فرض اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے ذمہ لگایا گیا تھا۔ اسے انہوں نے ادا کیا۔ پس زمانہ قیامت تک ان کے نام پر تقدیس کے پھول چڑھاتا رہیگا کسی کو حق نہیں ہے کہ کسی مذہب و ملت کے بزرگان دین کو بُرا کہے مسلمان "وَلِکُلِّ قَوۡمٍ ھَادٍ" کے معنوں سے بخوبی واقف ہیں۔ یعنی ہر ایک قوم کے لئے ایک ایک ہادی اور رہنما بھیجا گیا۔ پس وہ سب لایقِ تکریم اور قابل تعظیم ہیں۔ جو ایسے پاک سیرت اور نیک منش لوگوں کو بُرا کہے وہ حقیقت میں خود بُرا ہے۔ اور برائی کا بیج بوتا ہے۔ کیونکہ اس کی تحریر و تقریر سے دنیا میں فساد پھیلتا ہے۔ اور یاد رکھو۔ کہ خدا مفسدوں کو کبھی پسند نہیں کرتا۔ اور نہ ہی ایسے لوگ خدا کے مقبول بندے ہو سکتے ہیں۔

بابا نانک جی نے تلاش حق میں دور و دراز کے سفر اختیار کئے۔ لیکن اپنے وطن مالوفہ کو کبھی فراموش نہیں کیا۔ سچ ہے۔ حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ۔ وطن کی محبت دھرم اور ایمان کا نشان ہے ؎

حب وطن از ملک سلیمان خوشتر — خار وطن از سنبل و ریحان خوشتر
یوسفؑ کہ بہ مُلکِ مصر شاہی میکرد — میگفت گدا بودنِ کنعان خوشتر

پس اے ہندو پنجاب والو! جہاں جاؤ۔ مشرق میں ہو یا مغرب میں۔ یوروپ میں ہو یا امریکہ میں۔ افریقہ میں جاؤ یا آسٹریلیا میں۔ اپنے وطن مالوفہ یعنی ہندوستان کی خاک پاک کو فراموش نہ کرو۔ اسکی محبت تمہاری نجات کا جزو لاینفک ہے۔ اپنے برادران ملک کو نہ بھولو۔ ان کی محبت اور ان کا درد تم کو اقوام عالم میں سربلند کرنے والا ہے۔ اس مصرع کو حرز جان بنائے رکھو ع سارے جہاں سے اچھا ہندوستان ہمارا۔

باباجی کی زندگی ہمیں راستبازی اور پاکیزگی اختیار کرنے کی تلقین دیتی ہے۔ اور ساتھ ہی صلح کل بننا سکھلاتی ہے۔ ہندوؤں کو مسلمانوں سے اور مسلمانوں کو ہندوؤں سے نفرت کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ ہندوؤں کے ساتھ بھی میل جول رکھو۔ اور مسلمانوں کے ساتھ بھی گھل مل کر رہو۔ تمہارا عمل "خُذْ مَا صَفَا وَدَعْ مَا كَدَرَ" پر ہونا چاہیئے۔ اچھی چیزیں اختیار کرلو۔ اور بُری کو چھوڑ دو۔ کیسا سنہرا اصول اور قابل عمل طریقہ ہے۔ باباجی نے تمام عمر اس پر عمل کیا۔ پس ہندو۔ مسلمان اور سکھ بھی اس پر عمل کرکے اپنے وطن مالوفہ میں اتحاد و یگانگت پیدا کرنے کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔

عبادت کے ساتھ نیک عمل ہونا نہایت ضروری ہے۔ عالم بے عمل شجر بے ثمر کی مانند ہے۔ خشک زہد روحانی ترقی کے لئے بہت زیادہ مفید نہیں ہوسکتا۔ زہد و ریاضت کے ساتھ اگر انسان نیک چلن۔ نیک معاش۔ خوش خلق اور مخیر و فیض رساں بھی ہو۔ تو روحانی منازل طے کرنے میں دیر نہیں لگتی۔ جب تم کامیابی کے دروازہ پہنچ جاؤ اور خلق خدا تمہاری طرف جھک پڑے۔ تو مکر و ریا سے بچے رہو۔ خدا کے دیئے ہوئے رزق و دولت کا خزانہ خلق خدا پر کھول دو۔ لیجے لنگڑے۔ اندھے۔ محتاج اور معذور اگر تمہارے لنگر سے روٹی حاصل کریں گے تو اللہ تعالیٰ اس لنگر خانہ کو اور بھی وسیع کرے گا۔

تنگ دلی۔ تنگ نظری اور تعصب سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ سورج۔ چاند۔ ستارے۔ بادل غرض تمام قدرتی طاقتیں بلا تمیز مذہب اور ملت کے سب آدمیوں کو فیض پہنچاتے ہیں۔

پس تمہارے فیض کا دروازہ بھی ہر مذہب و ملت کے آدمیوں پر کھلا رہنا چاہیئے۔ ہندوؤں کے لئے الگ خدا نہیں۔ مسلمانوں کا کوئی جدا سورج نہیں۔ سب ایک ہی چشمے سے فیض حاصل کرتے ہیں۔ کنوئیں اور چشمے کا پانی کسی مذہب و ملت کے آدمیوں پر بند مت کرو۔ دوسروں کی دل آزاری سے تمہیں کوئی فایدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ ہاں اس سے ناراضگی اور عناد کا پیدا ہو جانا لازمی ہے۔ پس اس بد عادت سے پرہیز کرو۔ بزرگوں۔ اولیاؤں پیروں۔ پیغمبروں۔ رشیوں۔ منیوں۔ مذہبی پیشواؤں کی عزت کرو۔ ایسا کرنے سے تمہاری بھی عزت ہوگی۔ اگر تم کسی مذہب کے بزرگوں۔ پیشواؤں یا مقتداؤں کو برا کہو گے۔ تو ان کا کچھ بگڑ نہیں سکتا۔ نہ ہی ان کی عزت اور رتبہ میں کچھ فرق آ سکتا ہے۔ البتہ تم اپنی زبان اور اخلاق کو بدگوئی سے آلودہ کرو گے۔ اپنی روحانیت تباہ کرو گے اور روز بروز اخلاقی اور روحانی پہلو سے گرتے جاؤ گے۔

میری سب سے بڑی نصیحت یہ ہے۔ کہ اپنی صفائی کا سامان بہم پہنچاؤ۔ اور تلاش حق میں بدل و جان مصروف رہو۔ دوسروں کی عیب جوئی سے تمہاری باطنی صفائی ناممکن ہے پس خدا کے بندے بنو۔ اور خدا کے بندوں کو تلاش کر کے ان سے باطنی فیض حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ ؎

خاکساران جہان را بحقارت منگر
شاید کہ درین گرد سوارے باشد

ظلم و ستم سے یا مکر و فریب سے دوسروں کا مال مت چھینو۔ کسب حلال سے معاش پیدا کرو راہ حق میں بھوک پیاس۔ ناداری مفلسی اور ہر قسم کی تکالیف برداشت کرنے کے لئے مستعد اور کمربستہ رہو۔ اپنے لئے نیک آدمی کی صحبت پسند کرو جس کی صحبت سے تمہیں روحانی حظ حاصل ہو۔ نیکوں کی صحبت میں انسان نیک رہتا ہے۔ صحبت بد انسان کے لئے دنیا و آخرت کے خسارہ کا باعث ہے۔ جس شخص کی صحبت سے تمہاری روح تکلیف محسوس کرے اس سے دور بھاگو۔ انسان کا دل اللہ تعالیٰ کے نور کا مقام ہے۔ پس اسے ہمیشہ صاف رکھو

اس کی صفائی سے ایک روز تم اسمیں نور حقیقی کی چمک دیکھو گے۔ خدا تعالیٰ ہر جگہ ہے۔ زمین وآسمان اس کی کبریت اور عظمت کی گواہی دے رہے ہیں۔ مگر دیکھنے کے لئے آنکھ اور چشم بصیرت درکار ہے۔ کیا ہی معنے خیز اور پراز مطالب شعر ہے۔ سہ

من نگنجم در زمین و آسمان
بل بہ گنجم در قلوب مؤمنان

میں زمین اور آسمان میں نہیں سماتا۔ لیکن ایماندار بندوں اور عابدوں (بھگتوں) کے دل میں سما جاتا ہوں۔ عبادت خانوں کا احترام مدنظر رکھو۔ جب مسجدوں۔ مندروں۔ گرجوں دھرم سالوں کے پاس سے گذرو۔ تو شور مت مچاؤ۔ تاکہ عبادت کرنے والوں کی عبادت میں خلل نہ واقع ہو۔ حتی الامکان حاجتمندوں کی حاجت برآری کی کوشش کرو۔ غریبوں اور محتاجوں کی دستگیری کرو۔ فتنہ وفساد برپا نہ کرو۔ بلکہ شر کو مٹانے میں دل وجان سے امداد دو۔

حُبُّ الوطنی

حُبِّ وطن از ملک سلیمان خوشتر — خار وطن از سُنبل وریحان خوشتر
یوسفؑ کہ بہ مصر بادشاہی میکرد — مے گفت گدا بودن و کنعان خوشتر

اے مادر ہند! محبّ الوطن اولاد پیدا کر۔ اور اے اہل ہند آپس میں مل جل کر زندگی بسر کرنا سیکھو۔ اے مادر ہند کے مختلف المذاہب فرزندو اس بیت کو یاد رکھو سہ

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا
ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندستاں ہمارا

اس کتاب میں تم نے دیکھا۔ کہ بابا نانک جی مشرق میں گئے۔ یا مغرب میں۔ جنوب میں پہنچے یا شمال میں۔ مگر انہوں نے کبھی اپنے وطن مالوفہ کو فراموش نہیں کیا۔ کوہ ہمالیہ کی

برفانی چوٹیوں پر ان کا گذر ہوا۔ یا راجپوتانہ کے لق و دق صحرا ہیں۔ افغانستان کی سنگلاخ زمین میں گئے یا بخارا میں۔ پر انکا دل کبھی پنجاب سے جدا نہ ہوا۔ وطن کی محبت اور اہل وطن کی کشش ان کو ہزار ہا میل سے کھینچ کر واپس لے آئی۔ اپنے حکمران لوگوں کی طرف وصیان کرو غریب الوطنی کے سال گذار کر فوراً مادرِ وطن کی آغوش میں واپس جانے پر مستعد ہو جاتے ہیں۔ عربی زبان میں ایک مثال ہے "حب الوطن من الایمان" یعنے وطن کی محبت ایمان کا نشان ہے۔ پس جب وطن کی محبت ایمان ہے۔ تو اہل وطن کی محبت جو اس خاک پاک سے پیدا ہوئے ہیں۔ کیوں جزو ایمان نہ ہوگی۔ ضرور ہوگی۔ کیونکہ یہ اسی خاک پاک کی پیدائش ہیں۔

یہ تو ظاہر ہے کہ ہندوستان کے ہندو یا مسلمان۔ سکھ یا عیسائی ایک دوسرے کو مٹا نہیں سکتے۔ فریقین صدیوں کی مخالفانہ اور معاندانہ کوششوں سے بھی ایسا نہیں کر سکے۔ ہاں مگر باہمی مغایرت اور منافرت سے انہوں نے ہندوستان کو اہل دنیا کی نظر میں نہایت ذلیل کر دیا ہے اور اگر یہ سلسلۂ مجادلت اسی طرح جاری رہا۔ تو ہندوستان کی ذلت روز بروز اور بھی بڑھتی جائیگی۔ اگر ہندوستان کے ہندو مسلمان اور سکھ محرم دسہرہ اور بقر عید کے جھگڑے چھوڑ دیں۔ باہمی وحشیانہ مفسدہ پردازی اور دست و گریبان ہونا ترک کر دیں اور مذہبی تہوار امن و امان سے گذارنا سیکھیں تو یہی قوت مجادلہ کسی بہتر کام پر صرف ہو سکتی ہے۔ یہی روپیہ اور ہمت ملک کی اندرونی ترقی اور پس افتادہ بھائیوں کی تعلیمی امداد پر خرچ کیجا سکتی ہے۔ اور نہایت ہی مفید نتائج مرتب ہو سکتے ہیں۔

بعض لوگوں کا خیال ہے۔ کہ یہ مذہبی اور قومی کشمکش گورنمنٹ کے منشا سے ہے مگر میں بے ریا ہو کر کہتا ہوں کہ ان کا خیال سراسر غلط ہے۔ ایسے لوگ اپنے دعویٰ کی تائید میں خواہ مخواہ گورنمنٹ کی پالیسی پر حملہ کرتے ہیں اور یہ کہنے سے بھی نہیں جھجکتے۔ کہ گورنمنٹ کی پالیسی (یعنی تفریق کر کے حکومت کرو) کی پالیسی ہے مگر

اتنا خیال نہیں کرتے۔ کہ ان فسادات اور تنازعات میں گورنمنٹ حکام اور افسران کو کتنی پریشانی اور کیسی عظیم مشکلات پیش آتی ہیں۔ علاوہ ازیں ذمہ وار افسروں کی کتنی سخت بدنامی ہوتی ہے۔ نیک نام گورنمنٹ وہی ہوتی ہے جسکی قلمرو میں امن قایم رہے۔ اور جس کا دامن بدانتظامی کے داغ سے ملوّث نہ ہو۔ پس کوئی گورنمنٹ دنیا میں اپنے لئے خود بد انتظامی پیدا نہیں کرسکتی۔ اور نہ ہی بدنظمی اور بدامنی پیدا کرکے بدنامی کا کلنگ اپنے ماتھے پر لگانا پسند کرے گی۔ پس اے برادران وطن یہ سب آپکے اپنے ہاتھوں کی پیدا کردہ خرابیاں ہیں۔ اور تمام ذمہ واری آپ کے سر پر ہے۔ ذرا سوچئے اور انصاف سے فیصلہ کرنے سے معلوم ہو جائیگا کہ

من از بیگانگان ہرگز ننالم
کہ با من ہرچہ کرد آن آشنا کرد

باہمی اتحاد اور قومی شیرازہ بندی کا سبق مغرب سے سیکھو۔ یورپ کو اس فن میں اپنا استاد پکڑو۔ انگلستان سے رہنمائی لو۔ کہ ایک گھر کے ممبر اتوار کے دن مختلف فرقوں کے گرجوں میں جاتے ہیں۔ مگر باوجود اس کے آپس میں کوئی پرخاش نہیں۔ نااتفاقی نہیں۔ باپ پروٹسٹنٹ فرقہ سے تعلق رکھتا ہے۔ تو بیوی رومن کیتھولک عقیدہ رکھتی ہے۔ بیٹا دونوں سے الگ ہے۔ اور کلیسائے یونان سے متعلق ہے۔ سبت کے دن ایک بغل میں انجیل دبائے ایک فرقہ کے معبد کو جا رہا ہے۔ تو دوسرا بالکل سمت مخالف کو رخ کرتا ہے۔ با ایں ہمہ ان میں مذہبی جنگ و جدل نام کو نہیں۔ اگر یہی رنگ تم میں بھی پیدا ہو جائے تو ہندوستان حقیقی معنوں میں جنت نشان بن جائیگا۔ اور بہت سے فتنہ و فساد کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو جائے گا۔ اپنے اندر اعلیٰ اخلاق پیدا کرو۔ مذہب روح کی ترقی اور نشوونما کا نام ہے۔ باہمی کشت و خون اور بیہودہ جنگ و جدال کا نام مذہب نہیں۔ جس قوم کے افراد میں اتفاق اور اطاعت ہے۔ وہ دنیا میں عزت حاصل کرتی ہے۔ دنیا کی بادشاہت اسی قوم کو دیجاتی ہے۔ جو اعلےٰ اخلاق سے متصف ہے۔ اور جس میں نیکوکار لوگ

بکثرت ہوں۔ جس قوم میں نفاق۔ پھوٹ۔ حسد۔ بغض۔ کینہ اور باہمی عداوت آگئی۔ وہ قوم دنیا میں ذلیل ہوگئی۔ وہ سلطنت حکومت عزت اور حرمت سے محروم ہو جاتی ہے۔ اور بالآخر اس کا نام دنیا سے مٹ جاتا ہے۔ جس قوم میں متابعت۔ محنت۔ جفاکشی۔ عدل پرستی۔ انصاف گستری۔ غریب پروری اور قومی ہمدردی پیدا ہوگئی وہ خدا کی زمین کی وارث بن جاتی ہے۔ جو قوم اِن اوصاف حمیدہ کو کھو بیٹھی اور جس میں عیش پرستی۔ بدکاری۔ ظلم و جفاکاری۔ خود غرضی آرام طلبی و کاہلی آگئی وہ قوم ذلت و مسکنت کا ہدف بنائی جاتی ہے۔ جتنی لمبی عبارت میں لکھتا جاؤں گا۔ اس کا لب لباب اور خلاصہ یہ ہوگا۔ کہ وطن پرستی تمام عزت اور اتفاق کی جڑ ہے حتّٰی کہ حیوانات تک بھی اس کا احساس رکھتے ہیں۔ مگر افسوس کہ اہل ہند اس پاک جذبہ سے محروم ہو رہے ہیں۔ اپنے ملک سے باہر انگلستان یا امریکہ میں آسٹریلیا۔ یا افریقہ میں جب دو ہندوستانی ملتے ہیں۔ تو بلاتمیز مذہب ہندو مسلمان سکھ محبت کے ہاتھ پھیلا کر ایک دوسرے سے بغلگیر ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے کو دیکھتے ہی جذبۂ حب وطن جوش زن ہوتا ہے۔ آنکھوں میں محبت کے آنسو ڈبڈبا آتے ہیں۔ مگر ساحل ہند پہ قدم رکھتے ہی تمام محبت کافور ہو جاتی ہے۔ اور جذبۂ حب الوطنی جھاڑ کر تہ سمندر میں گرا دیا جاتا ہے۔ ساحل سے پرے ہی اس پاک جذبہ سے رہائی حاصل کر لیجاتی ہے باہر نہ کوئی چھوت چھات ہوتی ہے۔ اور نہ غیریت مگر خاک پاک ہند پر قدم رکھتے ہی تمام بلائیں اور آفتیں شامل حال ہو جاتی ہیں۔ این چہ بوالعجبی است۔

میں تمام ہندوستانیوں کو مورد الزام نہیں ٹھہراتا مگر اکثریت پر نظر ڈالنے سے اہل ہند کیحالت افسوسناک نظر آئیگی۔ اے ہندوستان کے لائق فرزندو اور مادر ہند کے سپوت بیٹو! ایک نسل پیدا کرو جو بلاتمیز مذہب مل کر گایا کریں ع

"ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستاں ہمارا"

ختم شد